قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ط

عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ط

الفضل

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

مضامین بنام ایڈیٹر اور باقی جملہ خط و کتابت مینیجر "الفضل" قادیان کے پتہ پر ہو

چندہ غیر ملکو نسے پانچ روپیہ

ایڈیٹر صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

جلد ۱ — ۱۹ نومبر ۱۹۱۳ء مطابق ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ بروز بدھ — نمبر ۲۳

مدینۃ المسیح

ایوان خلافت حضرت خلیفۃ المسیح درس قرآن مجید بدستور دیتے ہیں۔ چند روز سے درس بخاری نہیں ہو سکا درد پسلی کی شکایت ابھی ہے حضور نے اپنا الہام سنایا۔ لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت

اہل بیت صاحبزادہ میرزا محمود احمد صاحب بعد از نماز فجر مسجد مبارک میں درس دیتے ہیں۔ صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ۱۲ نومبر کو اپنی تعلیم بی۔ اے مکمل کرنے کے لئے لاہور گئے ہیں آپ کی مشایعت کو آپ کے بھائی اور بعض دیگر مخلصین باہر تک گئے۔ صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب اب بالکل اچھے ہیں۔ ۲۔ جناب میر ناصر نواب صاحب نے خدا کے فضل سے ذات الریۃ و بخار سے صحت پائی۔ کچھ کچھ شکایت ضعف و نقاہت باقی ہے۔

مولانا احسن ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے فاضل امروہی کی آنکھ پر اپریشن کیا۔ دس دن کے بعد پٹی اترنے پر انشاء اللہ ہم مژدہ سنا سکیں گے۔ گو مولانا کی دوسری آنکھ بھی نزول الماء کے دور ہو جانے سے پر نور ہو گئی

ایڈیٹر الحق کی تبریت[1] ۷ نومبر کے الحق میں مضمون بعنوان "خدا سے ڈرو" مندرجہ الفضل صفحہ ۱۶ کی بناء پر ایڈیٹر صاحب الحق نے اپنی نسبت غلط فہمی پھیل جانے کا مخلصانہ شکوہ کیا ہے۔ دراصل وہ دو الگ الگ فقرے ہیں۔ الحق نے جو کچھ ۲۶ ستمبر و ۳ اکتوبر کے متحدہ پرچہ میں لکھا تھا۔ وہ واقعات کی رو سے صحیح تھا۔۔۔۔۔ اشرار جو تفرقہ چاہتے ہیں۔ ان سے مراد خدانخواستہ آپ نہیں

[1] یہ ایڈیٹوریل تھا۔ غلطی سے یہاں لکھا گیا

درس قرآن مجید قریباً دو ماہ سے متواتر خطوط آرہے ہیں۔ کہ الفضل میں درس قرآن مجید کا سلسلہ جاری کیا جائے چونکہ اسکا انتظام تو بفضل تعالےٰ کر سکتے ہیں مگر یہ کام معہ ہی بدر کر رہا ہے اسلئے ہم اس میں دست اندازی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

نکاح خان میر جو کہ خیل کابل سے یہاں مہاجر ہیں انکا نکاح لال پری دختر صاحب نور مرحوم سے تین سو روپے مہر پر ہوا۔ اور عبد اللہ پسر سید عزیز الرحمٰن صاحب کا نکاح مفتی مہتاب علی کی لڑکی حسینہ بیگم سے ۲۰۰ سو روپے مہر پر ہوا۔ اور منشی بہاء الدین صاحب محرر دفتر مدرسہ احمدیہ کا نکاح سارہ دختر جلال الدین صاحب سیکھواں سے دو ۲۰۰ سو روپے مہر پر ہوا۔ اللہ تعالےٰ مبارک کرے۔

ہاکی میچ ایم۔بی۔ہائی سکول بٹالہ کی ٹیم ہمارے سکول کی ہاکی الیون کے ساتھ میچ کھیلنے کے لئے ایت وار دس بجے آئی۔ بعد از لائٹ بریک فاسٹ کے میچ شروع ہوا۔ ہماری ٹیم نے حالانکہ پچھلے سال سے۔۔۔ کمزور ہے۔ تو گول نہایت آسانی سے کر لیئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے لڑکوں نے خود ضبطی اور وقار کا قابل تعریف نمونہ دکھایا۔ یعنی کامیابی پر تالیاں وغیرہ نہیں بجائیں۔۔۔ بعد درس سننے کے ٹیم رخصت ہوئی۔

آمد مہمانان مستوفی نور محمد صاحب گلگت سے۔ شیخ اللہ رکھا و امام الدین صاحبان سیکھواں سے۔ محمد صادق و غلام علی صاحبان کابل سے۔ سید عبد الصمد صاحب بدایوں سے اور اللہ بخش صاحب لاہور سے۔ اور بٹالہ و دھرم کوٹ بگہ سے بعض اصحاب تشریف لائے۔

باہتمام میرزا عبد الغفور بیگ صاحب مطبع ضیاء الاسلام پریس میں چھپکر منشی شیخ الدین محمود احمد صاحب پروپرائٹر و پبلشر و پرنٹر کے لئے شائع ہوا

برقی خبریں

معاملات بلقان

(لنڈن ۱۲ نومبر) البانیا کی حد بندی کے متعلق اٹلی نے برٹش تجویز سے اتفاق ظاہر کیا ہے۔

(ایتھنز ۱۴ نومبر) ٹرکی و یونان کے باہمی معاہدہ صلح پر نصف شب کو دستخط ہو گئے۔

دیگر خبریں

(نیویارک ۱۳ نومبر) زلزلہ نے پیرو کے صوبہ ایمنارئس کو تباہ کر دیا۔ ۱۲۰ آدمی ہلاک ہوئے۔ لیکن ان کے علاوہ صدہا دیگر جانوں کے اتلاف کا بھی خوف کیا جاتا ہے ✤

(اٹاوہ ۱۳ نومبر) جھیلوں میں سخت طوفان سے بیس تجارتی جہاز اور غالباً سو جانیں ضائع ہوئیں۔

(پورٹ سعید ۱۲ نومبر) پی اینڈ او کمپنی کے سٹیمر مالوہ نے ہندوستان کے لئے پندرہ لاکھ پونڈ کا سونا بار کیا۔

ترکی علاقہ کی تفویضگی کا کوئی سوال ہی پیش نہیں برٹینیہ کے نقطہ خیال سے حالت موجودہ کو صرف جائز قرار دیا گیا ہے یعنی کوئٹ شیخ کے تحت میں رہیگا۔ اور اس کی خود مختاری اور گریٹ برٹن سے شیخ کے معاہدوں کا جواز دولت عثمانیہ نے تسلیم کر لیا ہے

ڈبلن کے ہڑتالیوں کے لیڈر جیم لارکن کو آخر اکتوبر میں خلاف ورزی قانون کی پاداش میں سات ماہ قید کی سزا ہوئی تھی۔ آخرش مجلس وزراء نے لبرل پارٹی کی ناراضی سے دب کر لارکن کو رہا کر دیا۔

(لنڈن ۱۳ نومبر) منصرم امور خارجہ امریکہ نے کل صبح پریزیڈنٹ ہوئرٹہ کو امریکہ کا الٹی میٹم دیدیا۔ ہوئرٹہ نے الٹی میٹم کی پرواہ نہیں کی۔

(منٹگمری الاباما ۱۳ نومبر) ایک ٹرین پل پر سے گر پڑی ۱۰ ہلاک اور ۲۵ مجروح ہوئے۔

رومانوی قرض۔ ۹۹ لاکھ جدید رومانوی قرض کا اعلان کیا گیا ہے جس پر ساڑھے چار فیصدی سود دیا جائیگا۔

(طہران ۱۲ نومبر) انتخاب پارلیمنٹ کے متعلق بیشتر ہے۔ کہ آیا انتخاب سال حال میں ہوگا یا نہیں۔

امریکہ میں طوفان۔ جھیلوں میں طوفان آنے سے بہت سا نقصان ہوا۔

(لنڈن ۱۱ نومبر) سفریجیٹوں نے کا کٹس ہوس الگزینڈرا پارک کو بم سے نقصان پہنچایا۔ اور برسٹل کے متصل ایک عمارت میں آگ لگا دی۔

(ملبورن ۱۱ نومبر) جہاز اورا ڈاکٹر ماسن کو لانے کے لئے قطب جنوبی روانہ ہوا ہے۔

(پیرس ۱۲ نومبر) مشہور ہواباز کاڈٹین بیگارڈ آج آئر پرواز میں اڑتا ہوا گر کر ہلاک ہوا۔

سٹیمر امونا جو سندرلینڈ میں ریت میں دھس گیا تھا۔ پھر نکلا۔ چنانچہ وہ آج ابرڈین جا رہا ہے۔

ایک انگلش زنجشی (حبشی) یاٹرسی کا میئر منتخب ہوا۔ اس نے کہا کہ مجھے یہ فام ہونیکا فخر ہے۔ کہ کونسل نے انگلستان میں پہلا سیہ فام میئر منتخب کرنے سے ایک معرکۃ الآراء مثال قائم کی ہے۔

ہندوستان کی خبریں

اخبار انگلشمین کلکتہ کو جو اشتعال پذیر چٹھی بذریعہ ڈاک موصول ہوئی تھی۔ انسپکٹر مادہ ہائے اشتعال پذیر کو بنا بر امتحان بھیجی گئی۔ انسپکٹر نے پیکٹ کا ذرا سا حصہ کھولتا چاہا۔ مگر اتفاقاً سارا کاغذ پھٹ گیا۔ اس کی مونچھیں اور بھویں جل گئی تھیں۔ رخساروں پر چھوٹے چھوٹے سرخ نشان ہو یدا تھے ولیٹ کوٹ بری طرح جلگئی۔

بحر انڈمان کے قرب و جوار میں بارش ہو رہی ہے۔

تاحر منڈل کے مکان واقعہ سالتا (ڈھاکہ) پر چالیس بہتانی ڈاکو آپڑے۔ تین سو روپے کا مال واسباب لوٹ کر لے گئے

گورنمنٹ ہوس بمبئی میں ہز ایکسیلینسی گورنر ۲۳ دسمبر کو دربار بیوی منعقد فرماویں گے۔

راولپنڈی میں گذشتہ اگست سے پلیگ نمودار ہو کر اب تک بازار موت گرم ہے۔ ایک ہفتہ میں طاعون کے پچاس کیس ہوئے۔

مدراس میں بارشوں سے جابجا ریلوے لائن ٹوٹ گئی ہے۔ تجارت میں ہرج واقعہ ہو رہا ہے۔ مکانات و فصلوں کو بھی نقصان پہنچا ہے۔

گورنر مدراس کی تحریک سے شہر کے غریب سیلاب زدگان کے لئے فنڈ کھولا گیا ہے۔

کلکتہ کے میدان والنٹیر رائفلز میں پچھلے دنوں جو بم ملا تھا۔ امتحان سے وہ خطرناک ثابت ہوا ✤

نمبر ۲۳ ڈاؤن پنجر ٹرین کرنال سے روانہ ہونے کے بعد پٹڑی سے اتر گئی۔ انجن کا سٹاف سخت مجروح ہوا۔ ایک مسافر اور گارڈ خفیف زخمی ہوئے۔

برٹش کولمبیا میں ہندوستانی مزدوروں کی زیادتی ہونے کے باعث وہاں کی گورنمنٹ نے ۳۱ مارچ ۱۹۱۴ء تک ہندوستانی مزدوروں کے داخلہ کی ممانعت کر دی۔

آنریبل رائے بہادر ہری چند نے ہندو کانفرنس کی پریزیڈنٹی سے استعفا دیدیا۔ بعذر علالت

اجودھیا میں عام طور پر گاؤ کشی نہیں ہوتی مگر کہتے ہیں۔ غفور نامی نے عبدالواحد کے گھر میں گائے ذبح کی خود ہی پولیس کو اطلاع دی۔ دونو گرفتار اور پانچہزار کی ضمانت پر رہا زیر دفعہ ۱۰۸ مقدمہ کا نوٹس دیا گیا ہے۔

۱۴ نومبر شام کو مسٹر گوکھلے نے پچیس ہزار کے مجمع میں جنوبی افریقہ کے ہندوستانیوں کی مدد کے لئے لیکچر دیا۔ پچیس ہزار کے قریب چندہ ہوا۔

کلکتہ میں مسز پیٹر اپنے شوہر کپتان اور میکفرین کے ساتھ فٹن میں جا رہی تھیں۔ کہ گھوڑا موٹر کار کی آواز سے بھڑکا۔ گاڑی الٹ گئی مسز کا جوڑا اتر گیا۔ کوچبان بھی سخت زخمی ہوا۔

سکلاسپور میں ایڈوکیٹ میسور اپنے بچوں کے ساتھ موٹر کار میں جا رہے تھے۔ ایک کتے کو جو سڑک پر بیٹھا تھا بچانے کے لئے گاڑی کو موڑتے ہی گاڑی ایک نالی میں جا پڑی ایڈوکیٹ کی ہشت سالہ لڑکی فوراً ہلاک ہوئی۔ موٹر ران کو بھی چوٹیں آئیں۔

ممالک متوسط کے چیف کمشنر نا ہجال کے بقیہ ایام اور اول ہفتہ دسمبر دورہ میں گذاریں گے ✤✤✤✤✤✤

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان - بروز بدھ - مورخہ ۱۹ ر نومبر ۱۹۳۳ء

قابل توجہ حکام صوبہ سرحدی

جیسا کہ عام طور پر باشندگان ہندوستان اور خود گورنمنٹ اس امر سے واقف ہے۔ کہ ہم لوگ۔ جماعت احمدیہ سے تعلق رکھنے والے گورنمنٹ کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کرنا یا کسی قسم کی شورش میں حصہ لینے والوں کے ساتھ شریک ہونا ناجائز اور خلاف اصول سلسلہ احمدیہ جانتے ہیں۔ اور گورنمنٹ نے جو حقوق مذہبی آزادی اور امن کی رہائش کے ہمیں دئے ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے گورنمنٹ کو تکلیف دینا اور خواہ مخواہ دق کرنا درست نہیں سمجھتے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی خاص ایذا ہمیں پہونچے۔ یا کوئی تکلیف دہ امر ایسا پیش آئے۔ جسے بغیر گورنمنٹ کو متوجہ کئے ہم دور نہ کر سکیں۔ تو سوائے اس کے اور کیا چارہ کار ہے کہ اپنی مہربان گورنمنٹ کے حضور نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اسے پیش کر دیں۔ اور اس پر بھروسہ کریں۔ کہ وہ ہماری مشکل کو حل کرے اور ہمارے حقوق کے تلف ہونے کو روکے۔

گو مذہبی طور پر بھی ہم اس بات کے پابند ہیں۔ کہ جس طرح بھی ہو۔ اپنی حکمران گورنمنٹ کے زیر فرمان رہیں۔ اور کوئی ایسی بات نہ کریں۔ جس کی وجہ سے گورنمنٹ کے راستہ میں مشکلات اور رکاوٹیں پیدا ہوں مگر ایک اور بات بھی ہے جس کی وجہ سے ہم اس مذہبی حکم کو اور بھی مستعدی سے پورا کرنے پر مجبور ہیں۔ اور وہ یہ کہ بوجہ قلیل التعداد ہونے کے ملک کی بعض اقوام بلاوجہ بغیر اس کے کہ ہم نے انکو کوئی دکھ دیا ہو۔ یا صدمہ پہنچایا ہو۔ ہماری دشمن اور مخالف ہو رہی ہیں۔ اور ہمیں تکلیف دینے کے درپے رہتی ہیں۔ اور ہم بوجہ قلت تعداد اور فقدان ذرائع قانونی طور پر ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور صرف گورنمنٹ ہی کی طاقت ہے جو خدا تعالیٰ کے حکم اور منشاء کے ماتحت ان کے ہاتھوں سے بچاتی اور مصائب کے وقت ہمارے لئے سینہ سپر ہوتی ہے۔ پس اگر دیگر فرقے عام طور پر گورنمنٹ کے زیر بار احسان ہیں۔ تو ہم خاص طور پر اس کے ممنون منت ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی کثرت اور ذرائع کی وجہ سے اپنے آپ کو اپنے دشمنوں کے حملوں سے بچا سکتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے گورنمنٹ کے ساتھ ہمارا تعلق اور مضبوط کرنے کیلئے ہم پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ سوقت جو امن ہمیں اس حکومت کے ماتحت ہے۔ وہ اور کسی جگہ ہم نہیں پا سکتے۔ دیگر مسلمان اگر اس جگہ سے ہجرت کر جائیں۔ تو افغانستان، ایران، مصر، عرب، شام، عراق، ترکستان بہت سے علاقہ ان کو جگہ دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن ہمارے لئے گورنمنٹ برطانیہ کے سوا اور کسی علاقہ میں آزادی سے رہائش رکھنا بظاہر حالات ناممکن ہے۔ جیسا کہ افغانستان کے واقعات سے ظاہر ہے۔ کہ وہاں ہمارے دو بھائیوں کو قتل و سنگسار کر دیا گیا۔ ترکی علاقہ میں بارہا احمدیت کی کتب ضبط کر لی گئی ہیں۔ اور ایک احمدی قطعاً یہ جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ آزادی سے اپنے فرقہ کے خیالات کا وہاں اظہار کر سکے۔ پس یہ واقعات ہمیں گورنمنٹ کے اور بھی قریب کر دیتے ہیں۔ اور اس کے اس احسان کو دیکھ کر ہم اور بھی اس کے ممنون احسان ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں برٹش گورنمنٹ کے ماتحت بھی ہمیں تکلیف پہنچی ہیں۔ لیکن ان کے بانی ہمارے اپنے ہی بھائی ہوتے رہے ہیں نہ کہ گورنمنٹ یا اس کے حکام بلکہ ظالموں کے ظلم سے بچنے کے لئے ہمیں ہمیشہ گورنمنٹ کے حکام سے ہی مدد لینی پڑی۔ اور برٹش عدالتوں کے انصاف نے ہمیں ان مشکلات سے چھڑایا جن میں ہمارے ابنائے وطن ہمیں ڈالنا چاہتے تھے۔

اس وقت مجھے اس قصہ کے دہرانے کی ضرورت اس لئے پیش آئی ہے۔ کہ ہمارے کچھ دوست سرحد پر بھی رہتے ہیں۔ اور ان کی حالت بہت ناگفتہ بہ ہے۔ وہ علاقہ سرکار میں ہیں۔ لیکن انہیں خطرات کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ جو گورنمنٹ ہند سے باہر رہ کر پیش آ سکتے ہیں طرح طرح سے انہیں دکھ دئے جا رہے ہیں۔ اور ان کی مشکلات اس قدر ترقی کر گئی ہیں۔ کہ اگر گورنمنٹ نے جلد ان کے حل کرنے کی طرف توجہ نہ کی۔ تو مجبوراً انہیں اپنا وطن ترک کر کے ہجرت اختیار کرنی پڑیگی اگر ایک گاؤں کے لوگ ایک یا دو آدمیوں کے مخالف ہو جائیں۔ تو ان کے لئے وہاں رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر اگر نواب اور رعایا سب کے سب چند نفوس کی جانوں کے درپے ہو جائیں۔ تو وہ جن تکالیف اور مصائب کے نرغہ میں گھر جائیں گے۔ ان کا سمجھنا کسی ایسے آدمی کا کام نہیں۔ جو امن سے اپنے گھر میں بیٹھ رہا ہو۔ ہم نے بارہا اس کے متعلق صوبہ سرحدی کے اعلیٰ افسران کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔ مگر اب تک اس کا علاج نہیں ہو سکا۔ کیونکہ گورنمنٹ خود ایک ایسے غیر آئین علاقہ میں رعایا کے خلاف کسی کارروائی کے کرنے سے مجبور ہے۔ لیکن اب زیادہ دیر کرنے کا وقت نہیں۔ گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام کو جلد کوئی نہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہئے۔ جس سے ہماری جماعت کے افراد کو جو تمام سرحد پر ایک ایک دو دو کر کے پھیلے ہوئے ہیں۔ امن ملے۔ اور وہ اپنے دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔ کیونکہ وہ اب بہت تنگ ہو گئے ہیں۔ ان کی جانیں خطرہ میں ہیں۔ ان کے اموال غیر محفوظ ہیں ان کی عزت غیر مصئون ہے ایسی حالت میں اگر گورنمنٹ سے اپیل نہ کریں۔ تو اور کس سے کریں۔ بیشک حکام سرکاری کا جواب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جن لوگوں کو تکلیف ہو وہ متعلقات کے ذریعہ اپنے ستانیوالوں کو سزا دلوائیں۔ مگر یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ جب رعایا سب کی سب دشمن ہو۔ جب خود نواب علاقہ درپئے آزار ہو۔ تو گواہ کہاں سے ہم پہنچیں کسی کی کیا مجال ہے۔ کہ نواب صاحب کے منشاء کے خلاف انگریزی عدالت میں آ کر ان بے کسوں اور مسکینوں کے مفید مطلب گواہی دے۔ پنجاب اور ہندوستان میں کسی گاؤں کے زبردست نمبردار یا پٹواری کے خلاف گواہی دینی مشکل ہو جاتی ہے۔ اور سوائے ایک نہایت مضبوط دل اور مومن انسان کے ہر ایک کی جرأت نہیں ہوتی۔ کہ وہ اس فعل کا مرتکب ہو سکے پھر ایک ایسے علاقہ میں جہاں قتل و غارت کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے علاقہ کے نواب کے مقابلہ میں بلکہ تمام علاقہ کے باشندوں اور علماء کے مقابلہ جا کر کسی بے مددگار اور بے زور انسان کے لئے سچی گواہی دینے والے کہاں سے آئیں

عوام الناس یا تو امراء کے ماتحت ہوتے ہیں۔ یا ملانوں کے خصوصاً سرحد پر تو ان دونوں گروہوں کی بہت حکومت ہے پھر جہاں دونوں گروہ درپئے آزار ہوں۔ تو عوام الناس کو کس طریق سے ہمدردی ہو سکتی ہے۔ خصوصاً جبکہ عوام خود بھی مذہبی اختلاف رکھتے ہوں۔

سرحد پر ملانوں نے جو فتویٰ احمدیوں کے خلاف دیا ہے وہ اپنی قسم کا ہی نرالا ہے۔ اسلام نے ایسے فتاویٰ کی اشاعت کی قطعاً اجازت نہیں دی۔ مگر افسوس کہ آجکل کے علماء دین سے بےخبر ہو کر لوگوں کی ایذا دہی کو ہی اپنا اصل فرض اور کام سمجھتے ہیں۔

فتویٰ میں لکھا گیا ہے۔ کہ احمدی سب کافر ہیں۔ ان کا مال و جان مباح ہے ان کی بیاہتا بیویاں بغیر طلاق غیر احمدیوں کے لئے جائز ہیں بلکہ ایسا شخص جو کسی ذریعہ سے احمدی جماعت کو تکلیف پہنچائے کامل مومن اور ثواب کا مستحق ہوگا۔ اور جنت کا وارث ہو جائیگا۔ تمام قسم کے کاریگر نرکھان لوہار کمہار ٹال والے دکاندار اگر کوئی کام انکا کریں یا ان کے ہاتھ کوئی شئے فروخت کریں۔ تو ان کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا چاہئے۔ جو اس فرقہ کے افراد کے ساتھ کیا جانا تجویز ہوا ہے۔ اور انہیں بھی احمدی ہی قرار دیا جائیگا۔ جو شخص ان سے کلام کرے اور کسی ذریعہ سے علانیہ یا خفیہ ان سے تعلق رکھے وہ کافر ہے۔ انہیں اسلام علیکم کہنے والا بھی کافر ہے اس فتویٰ کا جو اثر عوام پر پڑ سکتا ہے وہ ظاہر ہے جہاں ایمان کا معاملہ ہو۔ وہاں سرحد کے جوشیلے نوجوان اپنے جوشوں کو کہاں روک سکتے ہیں۔ یہ بات آسانی سے خیال میں آ سکتی ہے۔ کہ ایک نوجوان جوش جوانی میں بھرا ہوا چلا جاتا ہے سامنے سے ایک احمدی آتا ہوا ملتا ہے۔ اسکا نقصان کرنا یا اسے ذلیل کرنا کچھ مشکل نہیں۔ کیونکہ وہ سارے گاؤں میں اکیلا ہے اسکے دکھ دینے پر جنت کے دروازہ کھل جاتے ہیں۔ فوراً جنتیوں میں نام لکھا جاتا ہے اس وقت وہ نوجوان اپنے بہیمی جذبات کو کہاں تک روک سکتا ہے۔

غرضکہ ہم صوبہ سرحدی کی گورنمنٹ کو پھر اس طرف توجہ دلاتے ہیں

الاخبار والآراء

عید اضحیٰ پر فساد

افسوس ہے۔ کہ قریباً ہر سال عید اضحیٰ پر فساد ہو جاتا ہے۔ اور کہیں نہ کہیں سے خونریزی کی اطلاع مل ہی جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس دفعہ غریب مسلمانوں کے قربان ہونے کی اطلاع کہیں سے موصول نہیں ہوئی۔ مگر یہ امن وامان ہمسایہ اقوام کی امن پسندی کی بدولت نہیں۔ بلکہ پولیس کے انتظام کی وجہ سے رہا ہے۔ کلکتہ میرا میو وغیرہ میں جہاں ہمیشہ فساد ہوتا تھا پولیس کا خاص انتظام رہا۔ اور کئی دستے پولیس کے مذبح کے ارد گرد گھومتے رہے۔ لاہور میں بھی ایک گائے مذبح میں لیجاتے ہوئے روک لیا گیا۔ اور ہندوؤں نے ہجوم کیا۔ مگر پولیس نے فساد نہ ہونے دیا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ شور کیوں ہے مسلمان اگر ہندوؤں کی گائیں چھین کر قربان کریں۔ تو ان کا قصور ہے۔ وہ اپنے روپیہ سے اگر کوئی مذہبی فرض ادا کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس پر انہیں خفگی کی کیا وجہ ہے۔ مسلمانوں کے نزدیک خدا تعالےٰ کے برابر کسی کی عظمت نہیں۔ پھر کیا مندروں میں بتوں کے آگے سجدہ کر کے جو اس پاک ذات کی ہتک کی جاتی ہے۔ اس پر مسلمانوں کو بھی شور و بلوہ کرنے کی ہنود اجازت دیں گے۔ یا جسطرح مسلمانوں سے گائے کی قربانی ترک کرنیکی درخواست کی جاتی ہے۔ ان کی اس درخواست کو بھی مان لیں گے۔ کہ وہ بتوں کے آگے سجدہ کر کے مسلمانوں کا دل نہ دکھایا کریں۔

بیکانیر کونسل

مہاراجہ بیکانیر نے اپنی عالی حوصلگی سے ہندوستانی رؤساء کے لئے ایک اعلیٰ نظیر قائم کی ہے۔ یعنی آپ نے اپنی ریاست کے لئے ایک قانونی کونسل بنائی ہے۔ جس کے ۳۵ ممبر ہونگے۔ دس کا تقرر انتخاب سے ۱۹ کا نامزدگی سے ہوگا۔ باقی ۶ خود مہاراجہ کی انتظامی کونسل کے ممبر ہوں گے۔ افتتاح کونسل کے وقت مہاراجہ نے بیان کیا۔ کہ کونسل کو جس قدر اختیارات دینے کا وعدہ تھا۔ وہ اس سے زیادہ دیتے ہیں۔ اور امید ظاہر کی۔ کہ ملک کے لئے یہ تجربہ مفید ثابت ہوگا۔ بیکانیر کونسل قانون سازی کی آخری حاکم ہوگی۔ اور ہر قسم کے قوانین مہاراجہ کی منظوری سے جاری کر سکے گی۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ یہ کونسل کامیاب ثابت ہوگی۔ اور دوسری ہندوستانی ریاستیں اس سے نفع اٹھائینگی اور ہندوستانی ریاستیں جس بد انتظامی کی وجہ سے بدنام ہیں۔ اس کے دور کرنے میں یہ مجالس مفید ثابت ہونگی۔

نواب جوناگڈھ

نواب صاحب جوناگڈھ ابھی نابالغ ہیں اور بمبئی گورنمنٹ کے زیر اہتمام ان کی تعلیم و تربیت ہو رہی ہے۔ ان کے متعلق یہ ناگوار خبر سن کر ملک میں عام طور پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا۔ کہ انہیں ان کی والدہ کی مرضی کے بغیر ولائت بھیجدیا گیا۔ جس پر ان کی والدہ کو سخت صدمہ ہوا۔ اگرچہ تعلیم کے لئے ان کا کہیں بھیجا جانا کوئی بری بات نہ تھی۔ اور اس غرض کے پورا کرنے میں ان کی والدہ کو کوئی تکلیف بھی نہ ہوتی۔ تو چنداں حرج نہ تھا۔ مگر یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوا۔ کہ ان کی مذہبی نگرانی کا کوئی انتظام نہیں۔ ان کے بڑے بھائی شراب کے کثرت استعمال کی وجہ سے جوانی میں فوت ہو چکے ہیں۔ اور اس کی وجہ ایک انگریز اتالیق کی صحبت تھی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ نواب صاحب جوناگڈھ کی والدہ کو ان کے ولائت بھیجے جانے پر اعتراض ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے بھی نواب صاحب بہاولپور کو ولائت بھیجا ہے۔ مگر ان کی مذہبی تعلیم کا کامل انتظام کیا گیا ہے۔ یہانتک کہ ولائت کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز کے پابند ہیں۔ عید انہوں نے ووکنگ میں خواجہ صاحب کے پیچھے پڑھی۔ مگر نواب صاحب جوناگڈھ کی مذہبی تعلیم کا کوئی ذکر نہیں سنا گیا۔ کوئی وجہ نہیں۔ کہ بمبئی گورنمنٹ پنجاب گورنمنٹ کی نظیر سے فائدہ اٹھا کر نواب صاحب کی والدہ کو خصوصاً اور مسلمانوں کو عموماً اس معاملہ میں اطمینان نہ دلائیگی یا درکھنا چاہئے۔ کہ مسلمانوں کے لئے مذہب سب سے پیاری چیز ہے۔

ایک نیا ٹیکس

جنوبی افریقہ میں ہندوستانیوں پر سخت ظلم ہے۔ ٹرنسوال کی جنگ میں ہندوستانیوں کو بھی اخراجات جنگ میں حصہ لینا پڑا تھا۔ کیونکہ ہندوستانیوں کو جو وہاں تکلیف ہوتی تھی۔ اسکا انسداد منظور تھا۔ جنگ میں تو خدا نے برٹش گورنمنٹ کو کامیاب کر دیا۔ مگر اب جو اندرونی آزادی اہالیان ٹرنسوال کو دی گئی ہے۔ تو شائد انہوں نے ہندوستانیوں سے پچھلا بدلہ لینا چاہا ہے۔ اور آگے سے بھی زیادہ ان سے سختیاں ہونے لگی ہیں اس کے خلاف جدوجہد کرنے کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اور چار ماہ کے لئے تین لاکھ روپیہ مطلوب ہے۔ مسٹر گوکھلے نے لالہ لاجپت رائے کو بذریعہ تار اطلاع دی ہے۔ کہ کم سے کم تیس ہزار روپیہ پنجاب دے جس پر انہوں نے اپیل کی ہے۔ یہ ایک نیا ٹیکس ہے۔ جو ہندوستانیوں کو ادا کرنا پڑے گا۔ نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہیگا۔

سیکرٹری علیگڈھ کالج

نواب اسحاق خاں صاحب سکرٹری علیگڈھ کالج پر الزام لگایا ہے کہ قومی تحریکوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اور انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ لفظ حاجی کا استعمال نہ کیا کریں۔ کیونکہ وہ سلطنت ترکی کو مسلمانان ہند کی سلطنت یقین نہیں کرتے۔ نواب صاحب نے نہائت مدلل طور سے ان اعتراضات کا جواب جو ان پر لگائے جاتے ہیں دیا ہے اور یہ صحیح کہا ہے کہ ارکان حج میں اس بات پر ایمان لانا کہ سلطنت ترکی ہندوستان کے مسلمانوں کی سلطنت ہے۔ کہیں نہیں لکھا۔ ہمیں افسوس ہے۔ کہ مسلمانوں کی حالت اب ایسی گر گئی ہے۔ کہ وہ سیاسی معاملات کو مذہب کے نام سے موسوم کر کے اسلام کو صدمہ پہنچا رہے ہیں۔ نہ معلوم ان لوگوں نے اسلام کی کیا تعریف سمجھ رکھی ہے۔ جو سیاسی شگوفہ پھوٹا اسی کو مذہب کے نیچے لا کر اپنے مخالفین پر زہر اگلنا شروع کر دیتے ہیں۔ پہلے جو کام علماء دین کرتے تھے۔ اب نو تعلیم یافتہ گروہ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور جو کسی سیاسی امر میں ان کے مخالف ہو وہ اسلام سے خارج اور مسلمانوں کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔

گورنمنٹ کی بنکوں کو امداد

حضور لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر نے بنک آف بنگال میں کچھ رقم جمع کرادی ہے۔ تا کہ دیسی اور انگریزی بنکوں کو کام چلانے کے لئے معقول کفالتوں پر دی جائے۔ ایسا ہی وزیر ہند صاحب بہادر نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اگر مالی بازار میں غیر معمولی تنگی کو دور کرنا ضروری معلوم ہو۔ تو گورنمنٹ ہند ایک حد تک پریذیڈنسی بنکوں کو سرکاری تمسکات کی کفالت پر قرضہ دیگی۔ امید کیجاتی ہے۔ کہ گورنمنٹ سے ۴½ کروڑ روپیہ کے قریب مدد ملیگی۔

ہولناک ڈاکہ

جیکب آباد سے ایک مہاجن سونے کی بڑی مقدار لے کر گاڑی پر سوار ہوا۔ اس کے ساتھ ڈاکو بھی چڑھ گئے۔ رستے میں سٹیشن کے قریب ڈاکوؤں نے مہاجن کو زبردستی دھکیلنا چاہا۔ ملازمان پولیس نے اس کو بچالیا۔ مگر اس بکھیڑ دھکڑ میں ڈکوؤں کے دو ساتھی سونا لے کر چمپت ہو گئے۔ کمال دیدے کی دلیری ہے۔ خیر جو پکڑے گئے۔ وہ حوالہ پولیس ہیں۔

نرغۂ اغیار

مراکو میں کئی ایک خونریز معرکے ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ایک معرکہ سیوطا و طیطوان ... کے درمیان ہوا۔ بیس مغربی مارے گئے۔ ہسپانیہ والوں کے تین آفیسر اور اٹھارہ سپاہی۔

دوسری طرف وزیر نو آبادیات اٹلی نے ایک تقریر میں کہا کہ اب ہمیں فیضان پر قبضہ کرنے کا فرض انجام دینا ہے۔ جس میں چند خانہ بدوش قبائل آباد ہیں۔ ہمیں فیضان پر قابض ہونا اپنی نو آبادی اور فرانس کی حفاظت کے باعث لازمی ہے۔ ہم دیسی فوج سے فیضان پر حملہ کریں گے۔ ایک ہزار اطالوی بغرض استحکام شامل کر دیا جائے گا۔

حادثہ کانپور کے یتامیٰ و ایامیٰ

ہز ہائینس نواب صاحب رامپور نے کانپور کے حادثہ میں مرنے والوں کی اولاد کا تا سن بلوغ تین روپیہ ماہوار فی کس وظیفہ مقرر کیا۔ اور راجہ صاحب جہانگیر آباد نے سو روپے ماہوار کی امداد منظور کی اور چھ سو روپے چھ مہینے کے لئے بھیج بھی دیئے

اب ہمعصر زمیندار پوچھتا ہے۔ کہ الہ آباد کی سرکاری کمیٹی اعانت کے لئے کیا کارروائی کر رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ وہ تو کریگی۔ جو کچھ کریگی آپ فرمایئے۔ پون لاکھ کے قریب جو روپیہ، جب وہ روپیہ تباہی دایامی کے نام سے لیا گیا ہے۔ تو کیوں ان کو نہیں دیا جاتا۔ اور کیوں کبھی نواب رامپور سے تین کی بجائے پانچ روپیہ ماہوار کر دینے کا اصرار ہے۔ اور کبھی دوسروں پر طعن و تشنیع ہے۔ کیا اس کے لئے دو سکریوں کی تیاری کا انتظار ہے۔ یا بت بناکر مسجد میں کھڑا کرنے کا آرڈر دیا جانے والا ہے۔

سینغلیوں کا اقرار

شعب مصری لکھتا ہے۔ کہ ہم نے نہ صرف ایڈریانوپل اور اس کے مضبوط استحکامات پر قبضہ کر لیا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ قرق کلیسا پر بھی تسلط جما لیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈیموٹیکا کے فوجی استحکامات اور قلعجات کا ہمارے قبضہ میں آجانا معمولی بات نہیں۔ ہم نے بلغاریہ سے اس کے ملک میں رہنے والے مسلمانوں کے حقوق کا اقرار کرا لیا ہے۔ الغرض دکلائے صلح نے کسی رطب دیابس کو جس سے مسلمانوں کا فائدہ مقصود تھا۔ باقی نہ چھوڑا۔ گویا صوفیہ جاکر اس معاہدہ کو مکمل کیا ہے"۔

یہ پڑھ لینے کے بعد بھی کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ترک مغلوب ہوکر پھر حسب پیشگوئی حضرت حجۃ اللہ کامیاب نہیں ہوئے۔

زبان درازی کا پھل

پچھلے دنوں بعض آریہ اخباروں نے یہ خبر بڑے دھوم دھڑکے سے شائع کی تھی۔ کہ ایک احمدی آریہ ہوگیا۔ ہم نے الفضل میں اصلیت ظاہر کردی تھی۔ کہ کوئی احمدی آریہ نہ ہوگا۔ بلکہ ایک عیسائی جو پہلے بھی ہندو رہ چکا ہے۔ یہاں آیا تھا۔ اور اس نے اسلام کا اظہار کیا لیکن آخر بعض وجوہات سے اسے رخصت کر دیا گیا۔ جس پر اس احسان فراموش نے راجپوت گزٹ میں نہایت گندی گالیاں سلسلہ احمدیہ کے واجب الاحترام امام اور اس کے وابستگان دامن کو دیں۔ ہم نے تو صبر کیا۔ مگر اسی کے ہم مذہب بھائی ایڈیٹر مسافر نے چند گالیوں سے بھری ہوئی چٹھیاں پاتے پر مقدمہ دائر کر دیا۔ مسافر آگرہ لکھتا ہے۔ کہ بھگوانداس گزشتہ ۵ نومبر کو دینا نگر سے گرفتار ہوکر آگرہ جیل میں لایا گیا ہے۔ اور مقدمہ زیر دفعہ ۵۰۰ چل رہا ہے۔

صلح کا دل آزار طریق

ہندو مسلمانوں سے صلح کریں گے یا توحید جیسا درگرانمایہ ان کے ہاتھوں سے پھینکوا دیں گے یہ آئندہ زمانہ بتلائیگا۔ مگر فی الحال جو طریق صلح کا پیش کیا جاتا ہے۔ اور اس کے لئے جو منطق استعمال ہوتا ہے۔ وہ مہذب کے لئے موجب صد عار و ننگ ہے۔

چنانچہ "ہندوستان" میں ایک مضمون چھپا ہے۔ جس میں احمدیان قربانی نہ کرنے کی درخواست کو اس زبردست مگر شرمناک دلیل سے رد کیا گیا ہے۔

مثلاً مکہ معظمہ میں اگر کوئی ایسی قوم جاکر آباد ہو جائے۔ جو سؤر خور اور شراب نوش ہو۔ اور وہ اس مقام پر جو رسول کریمؐ کی جائے ولادت ہے۔ یہ مکروہ فعل کرے۔ تو کیا اسے برداشت کرسکیں گے۔

اس کے جواب میں سن لو۔ کہ ہمارا خدا قادر خدا ہے۔ وہ اپنے گھر کا خود محافظ ہے۔ اور وہ فرما چکا ہے۔ کہ اس گھر کا احترام قیامت تک قائم رکھوں گا۔ چنانچہ اس نشان الٰہی کو دنیا کی مجموعی طاقت بھی نہیں مٹا سکتی۔ ہیں اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو کرو۔ ہمارا خدا تو خدا ہے اس کے رسول اور مقرب بھی ایسے معظم و محترم ہیں۔ کہ ان کے وابستہ دامن بھی عزت ہی پاتے ہیں۔ وہ نہیں دیکھتے۔ جس کا نظارہ ابوجہل کی تاریخ میں ہے۔

بغل میں کٹارا لے کر ملنا ہمارا طریق نہیں!

الفضل میں پیغام صلح کا مطلب صاف صاف ظاہر کر دیا گیا تھا۔ مگر ہمعصر ہندوستان نے اسے بہت برا مانا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے۔ کہ ہندو تو کھلے بندوں اور کھلے دلوں سے بھائیوں کے گلے ملنا چاہیں لیکن اس کے بھائی بغل میں کٹار رکھ اس سے ہم کنار ہونے کی آرزو کریں۔ اس کے جواب میں عرض ہے۔ کہ بغل میں کٹار لیکر ملنا ہمارا طریق نہیں۔ اگر آپ کو اعتبار نہ ہو۔ تو سیواجی کی برسی منانے والوں سے پوچھ لیجئے۔ وہ نہ بتائیں۔ تو ہم افضل خان کی شہادت دلوادینگے۔

امیر کابل کے خلاف سازش

سردار شاہ خاں نے ۱۸۸۰ء میں امیر عبدالرحمن خاں کے خلاف بغاوت کی۔ ناکام رہا۔ روس کے علاقہ میں چلا گیا۔ اس کے پوتے کا نام محمد یونس خان ہے جس نے روس کے علاقہ ترکستان میں تعلیم و تربیت پائی۔ موجودہ امیر نے اس کو کابل میں سکونت کی اجازت دی۔ مگر اس احسان فراموش نے چند مقتدر اشخاص کو اپنے ساتھ ملا کر موجودہ امیر کو ہلاک کر دینا چاہا۔ عین وقت پر بھانڈا پھوٹا۔ تحریری شہادت بھی مل گئی۔ امیر صاحب نے یونس خاں اور آٹھ دیگر رفقاء کو توپ کے گولوں سے اڑوا دیا۔ جائدادیں ضبط کرلیں۔ اور اہل و عیال کو ملک بدر کر کے پشاور بھیجدیا۔

شکایت بجا ہے

صوبہ سرحد کے نئے چیف کمشنر آنریبل جے۔ ایس۔ ڈانلڈ صاحب بہادر کو شاہی باغ میں ہندو مسلمان۔ سکھ باشندگان پشاور کی طرف سے ٹی پارٹی دی گئی۔ یہ متفقانہ خیر مقدم مسرت و اطمینان کی نظر سے دیکھا جائیگا۔ مگر افغان پشاوری کی شکایت بجا ہے۔ کہ اس میں ناچ رنگ کا انتظام کیا گیا۔ اور وہ بھی ہندو ممبران کے اصرار سے۔ اس قسم کے جلسے بیہودہ یا دور از اخلاق باتوں سے پاک ہونے چاہئیں۔

سودخوری کا خمیازہ

اب تک ہندوستانی سودخور دنیا حکم الٰہی کی خلاف ورزی کا خمیازہ اٹھا رہی ہے۔ اب مقدمات کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱) ہندوستان بنک کے ڈائرکٹر پر فوجداری مقدمہ ہونے کی تجویز ہے۔ اس بنا پر کہ انہوں نے بنک کے حصہ داروں کے خلاف منشاء اپنے لیکوئیڈیٹر مقرر کئے جانے کی درخواست کی۔ (۲) کریڈٹ بنک کے منیجر اور تین دکیلوں کے خلاف فوجداری مقدمہ چل رہا ہے۔ مستغیث کا بیان ہے۔ کہ جب بائیس ہزار امانت کو واپس کرنے پر زور دیا تو بنک نے اپنے ایک مقروض کے نام کے دعوی کو اس کے نام منتقل کر دیا۔ حالانکہ بنک لین دین بند کر چکا تھا۔ (۳) آگرہ میں یو۔ پی کواپریٹو بنک الہ آباد کی ایک شاخ ہے۔ ایک امانت دار نے نالش کر کے میزیں کرسیاں تخت فرش قرق کرا لیا۔ (۴) کنج پورہ کے نواب ابراہیم علی خان نے امرتسر بنک پر ۲۹۴۶۸ روپے کی نالش کر کے ڈگری پائی۔ (۵) پیپلز بنک کے دیوالہ کے بعد امانتدار بمبئی کے بنکوں سے اڑھائی کروڑ روپیہ نکلوا چکے ہیں۔

گورو کل سے مقدمہ

پنڈت تلسی رام ایم۔ اے نے سو کے قریب سوالات گورو کل کے متعلق چھپوا کر شائع کئے تھے۔ گورو کل کے اسسٹنٹ گورنر نے زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱ ہتک کا مقدمہ جالندھر میں دائر کر دیا ۲۶ نومبر کو پہلی پیشی ہوگی۔ یہ مقدمہ بازی قابل افسوس ہے۔ مگو بعض معاملات کا روشنی میں آجانا مفید بھی ثابت ہوگا۔

ٹرکی کی مراعات برطانیہ کو

پیسہ اخبار سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جزیرہ نمائے القطر۔ کویت۔ فائز۔ شط العرب کا جزیرہ تبلکہ برطانیہ کو دیا گیا ہے۔ اور دجلہ و فرات میں جہازرانی کی مزید سہولتیں۔ اور اس کے عوض میں ٹرکی کو بغداد کے پرے ریلوے جاری کرنے کی کامل آزادی مل گئی ہے۔ نیز جدید قرارداد کے موجب بغداد ریلوے لائن خاذ پر ختم ہوگی۔ اور وہاں برطانیہ ایک عمدہ بندرگاہ بنا دیگی۔ دوسری طرف یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ جاوید پاشا برلن میں ایشیا کوچک کی مجوزہ توسیع ریلوے پر جرمن اراکین سلطنت و سرمایہ داروں سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ فرانس سے اس قسم کی گفتگو ہو چکی ہے۔ جہاں سے ٹرکی کو ۲۸ ملین قرضہ ملنے کی توقع بھی ہے۔ یہ سب امور ایشیا کوچک میں دول خارجہ کے دخل کا پیش خیمہ ہیں۔ البتہ ار نومبر

گلڈ ہال کی ضیافت میں مسٹر ایسکوئتھ سابقانہ وزیر اعظم نے تقریر کرتے ہوئے اطمینان دلایا ہے۔ کہ گورنمنٹ کا منشا ایشیائی گو حصص سلطنت کی سلامتی میں رخنہ نہ پڑے۔ ان صوبجات میں مسلمانوں کے مذہبی مقامات مقدسہ ہیں۔ ان میں کروڑوں تاج کے وفادار و جان نثار ہیں۔ برطانیہ دلی خوشی سے ٹرکی کو مطلوبہ امداد دینے پر آمادہ ہے۔ اور ایشیائی ٹرکی کی بہبودی میں دوسری سلطنتوں کا تعلق ہے۔

چین کے حالات

منگولیا کے متعلق چین و روس کے معاہدہ پر ۵ر نومبر کو دستخط ہو گئے۔ چین نے بیرونی منگولیا کی آزادی کو تسلیم کر کے سپاہ نہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ روس نے منگولیا پر چین کی سرپرستی تسلیم کر لی۔ وہ بھی وہاں اپنے قونصل کے گارڈ کے سوا کوئی سپاہ نہ رکھے گا۔ نہ نظم و نسق میں دخل دے گا۔ اور بیرونی منگولیا سے تعلقات قائم کرنے کی نسبت چین روس کی اعانت قبول کرتا ہے۔

(۲) یوآن شہ کائی پریزیڈنٹ جمہوریہ چین نے پارلیمنٹ کی آپوزیشن پارٹی کو منتشر کرنے کے لئے فرمان صادر کر دیا ہے۔ اس حکم سے ۲۷۴ اراکین دارالاعیان میں سے ۱۳۰ پر اور دارالوکلاء کے ۵۹۲ ممبران سے ۲۲۰ ممبروں پر اثر پڑے گا۔

مسٹر گاندھی کو سزائے قید

مسٹر گاندھی والکسرسٹ میں پچاس پونڈ کی ضمانت پر رہا ہونے کے بعد ایک والوں کے ساتھ سٹنڈرٹن روانہ ہوئے۔ جہاں پھر گرفتار ہوئے۔ اور انہیں کو ڈنڈی کے پابند معاہدہ مزدوران کے قانون کے موجب ۹ ماہ قید کی سزا ملی۔ کیونکہ انہوں نے پابند معاہدہ مزدوروں کو صوبہ سے نکل جانے کی تحریک کی۔ مسٹر گاندھی نے ۲۰ پونڈ جرمانہ دینا قبول نہ کیا۔ اور جیل میں چلے گئے۔ دو ہزار ہندوستانی پھر کانوں میں واپس لائے گئے۔ اور گاندھی کے مددگار مسٹر پولک بھی اعانت کے الزام میں گرفتار کئے جا کر حوالات بھیجے گئے اور ضمانت نامنظور ہوئی۔

شدھی کی قدر

جالندھر سے ایک خبر یاد چھپی ہے۔ کہ شدہ شدہ مہاشے جس گلی یا محلہ میں رہتے ہیں۔ وہاں سے ان کو نکلوا دیتے ہیں۔ چمار چمار کہہ کر پکارتے ہیں۔ حلوائی سودا نہیں دیتا۔ ہر روز دنگا فساد خرید و فروخت کی ممانعت۔ جو قوم ایسی تنگدل ہو۔ وہ کب دوسروں کو جذب کر سکتی ہے۔ وہ بھی مجبور ہے مذہبی اصول ہی ایسے ہیں۔ ایک ہی مذہب ہے۔ جو تمام مذہبوں کو اپنے اندر جذب کر سکتا ہے۔ وہ اسلام ہے۔ جو چاہتا ہے۔ اس میں آجائے اور حقوق مساوات پائے۔

جمیکا جانے والے احتیاط کریں

ایک طول طویل بیان شائع ہوا

ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ عجیب عجیب قسم کی دھوکہ بازیوں سے ہندوستانی کنواری اور شادی شدہ عورتوں کو بہکایا جاتا۔ اور انہیں مزدور بنا کر بھجوا دیا جاتا ہے۔ جو عورتیں ان کے پھندے میں آگئیں۔ ان کے بیانات پڑھ کر کپکپی سی لگ جاتی ہے۔

آخر مراد بر آئی

مسٹر محمد علی و مسٹر وزیر حسن کو اسلامک سوسائٹی نے ڈنر دیا۔ ضیافت میں ایک سو معزز اصحاب تھے۔ مسٹر وزیر حسن نے اپنے انگلستان آنے کا مقصد بیان کیا۔ اور مسٹر محمد علی نے ان مصائب کا ذکر کیا۔ جو سالہائے گذشتہ میں دول یوروپ کے ہاتھوں مسلمانوں کو پیش آئیں اور مسٹر ایسکوئتھ سر ایڈورڈ گرے مسٹر لائڈ جارج اور مسٹر چرچل کی مختلف تقریروں پر اعتراضات کئے۔ جو زیادہ مؤثر نہ ہوئے۔ دیکھئے ان تقریروں کا کیا اثر پڑتا ہے۔ آیا لنڈن ٹائمز کی تحریر کی تائید ہوتی ہے یا نہیں۔ جو یہ ہے کہ نوجوان مسلمان جو طریقے اختیار کر رہے ہیں وہ بلاشبہ خطرناک ہیں۔ سالہاسال کے کام کو ملیامیٹ کر کے اسلامی اغراض کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔

ضربت علیہم الذلۃ والمسکنۃ

یہ یہودیوں کے بارے میں قرآن مجید کا فتویٰ ہے۔ روس میں تجویز ہوئی تھی۔ کہ یہودیوں کو بھی شہریت کے کامل حقوق دیئے جائیں۔ آخر ڈیوما نے روس کے ہر متنفس کو یکساں سول حقوق عطا کرنے کی تحریک نامنظور کر دی۔

مسلمان بھی ایک مسیح کا انکار کر چکے ہیں۔ اس کا خمیازہ اٹھانے سے اپنے آپ کو بچائیں۔

اذان کی ممانعت

تعلیم بہت پھیل چکی ہے۔ مگر ابھی تک بعض باتیں تعجب انگیز جہالت کی سننے میں آہی جاتی ہیں۔ چند روز کی بات ہے۔ کونسل آف ریجنسی ریاست کلسیہ نے ایک مقدمہ کا فیصلہ کرتے ہوئے حکم دیا۔ اذان کی آواز ستر گز یا دیوی دوارہ (جو قریب ہی ہے) تک نہ پہنچے بے شک بقول پنجاب سماچار برٹش جیسی آزادی دوست حکومت میں یہ ایک دلکش فیصلہ ہے۔ منع کرنے والے اذان کے پاک کلمات کے معنے سنیں۔ اور بتائیں کہ اس میں کونسی ایسی بات ہے۔ جس سے دیوی دوارہ یا اس کے پرستاروں کو صدمہ پہنچ سکتا ہے خیر یہ تو ریاست کی بات ہے۔ ہم اپنے ضلع گورداسپور میں بھی بعض گاؤں ایسے جانتے ہیں۔ جہاں مسلمان اذان دے ہی نہیں سکتے۔ گو یہ ہم تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس میں قصور مسلمانوں کا ہے۔ انہوں نے خود بھی تو کوشش نہیں کی۔ بعض سکھوں کے دباؤ میں آکر وہ اپنے حقوق کو چھوڑ چکے ہیں۔ جب اپنے احکام الٰہی کی عزت نہ کریں۔ تو غیروں سے کیا شکایت۔ اسی فیصلہ پر زمیندار نے لکھا تھا۔ ستر گز تک نہ جانے سے یہ مطلب ہے۔ کہ پاجامہ سے باہر نہ نکلے۔ اذان کے متعلق اس محاورہ کا استعمال۔ ایک مدعی حمایت اسلام کے قلم سے تاسف انگیز و قابل ہزار ملامت ہے۔

اچھی رعیت کا فرض

ڈسٹرکٹ بورڈ امرتسر کے ایڈریس کے جواب میں لاٹ صاحب نے بجا فرمایا۔ کہ "اس ضلع میں کثرت مقدمہ بازی۔ ناجائز کشید شراب کثرت جرائم۔ تین خرابیاں ہیں۔ اور پبلک کی امداد کے بغیر حکام ان کو دور نہیں کر سکتے۔ دراصل انتظام حکومت کیسا ہی مکمل ہو۔ مگر عام رائے کی مدد کے بغیر لوگوں کو امن پسند۔ پرہیزگار اور مطیع قانون نہیں بنایا جا سکتا۔ اس لئے یہ تمہارا فرض ہے۔ کہ اپنی قوم کے نام پر سے ان دھبوں کو مٹا دو"۔ سلطنت گورنمنٹ کے شیدائی پہلے اس خصوص میں اپنی طباعی اور قابلیت انتظامی کے جوہر دکھائیں۔ بہت سی برائیاں بہت سی خرابیاں قوم کے لئے موجب ننگ ہیں اور ان کا دور کرنا رعایا کا کام ہے۔

گوالے کا فن

جو پیشے ہندوستان میں کمینگی کا نشان سمجھے جاتے ہیں۔ صفائی اور اصلاح سے انگریزوں کے ہاتھوں موجب عزت بن گئے ہیں۔ غور کرنا چاہئے۔ وہی کام جو ہندوستان کا جولاہا کرتا ہے۔ ہمارے شرفاء کے نقطۂ خیال سے موجب تہتک ہے۔ لیکن جب وہی کام ولائت میں کیا گیا۔ تو اس پایہ کو پہنچا۔ کہ آج مانچسٹر والوں کا حکومت میں بہت کچھ دخل ہے۔ حال کا ذکر ہے۔ کہ ولائت میں ایک شخص مسٹر بیرو نے ۷ گائیں پالی ہیں۔ جہاں وہ باندھی جاتی ہیں۔ وہ جگہ آج کل کے جنٹلمینوں کے گول کمروں سے زیادہ خوشنما ہے۔ ان گایوں کو دونوں وقت نہلایا برش کیا جاتا ہے۔ اور ان کے کھانے۔ سونے۔ نہانے کے کمرے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ دودھ دینے کے لئے خاص قواعد ہیں۔ اب دیکھئے اتنی اصلاح سے یہ فن کہاں سے کہاں پہنچا۔

قربانی کے ظالمانہ طریق

صوبہ میگور میں بچھڑے۔ سور کو سینگوں میں گاڑ دیا جاتا ہے۔ اور اس کا خون متبرک سمجھتے ہیں۔ اندور ریاست میں بھینسے کو تلواروں بھالوں سے زخمی کرتے ہیں کمبٹور میں میلوں میں ایک قطار زندہ بکریوں کی کھڑی کر کے اس پر بھاری رتھ کے پہیئے گذار دیتے ہیں جنوبی ٹراونکور میں حیوان کو رسے سے لٹکا کر اس کا پیٹ چاک کر دیتے اور اس میں پھل پھول بھر دیتے اور پھر لوٹ مچاتے ہیں اسلام نے ایسے ظالمانہ طریقوں سے منع کر دیا جو بقول آریہ گزٹ نہایت بے رحمانہ ہیں۔

بیت المال ہم طرابلس فنڈ بلقان فنڈ اور پھر کانپور فنڈ کے بعد اب جیلان ہیں کہ کونسا فنڈ کھلتا ہے سو ایک ہی ہفتہ کے اندر معلوم ہو گیا۔ کہ مسلمانوں کو ایک بہت بڑے بیت المال کی ضرورت ہے جس میں زکوٰۃ وغیرہ کا روپیہ جمع ہو سکتا ہے۔ تجویز عمدہ ہے مگر بیت المال بنانے والوں کو کسی امام کی فکر بھی کر لینی چاہئے۔ کیونکہ بیت المال کا انتظام ایک امام کے متعلق ہوتا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ

الاسلام

الفاظ کا اثر

جب ہم کسی کا نام سنتے ہیں۔ تو وہ لفظ ہم پر اپنا اثر کئے بغیر رہتا نہیں۔ اگر ہم اس لفظ کے مسمی کو جانتے ہیں۔ تو فوراً ان حروف سے ہم سمجھ جاتے ہیں۔ کہ اس سے فلاں آدمی یا فلاں چیز مراد ہے۔ اور اس مسمی کے دیکھنے سے ہمارے سامنے وہ حروف آموجود ہوتے ہیں۔ جن سے وہ دنیا میں موسوم ہوتا یا پکارا جاتا ہے۔ اگر ہمیں کسی طرف سے بُری خبر ملتی ہے تو وہ ہم پر بُرا اثر کرتی ہے۔ اور اسی طرح بشارت ہمیں بشارت بخشتی ہے اسیطرح غم کی بات ہمیں فوراً مغموم کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ گالی سے ہم آگ بگولا ہو جایا کرتے ہیں اور نرم الفاظ ہمیں مہربانی اور رافت کی طرف رغبت دلائے بغیر نہیں چھوڑتے۔ الالطف رشتو موالا رشتو لہ الفاظ میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ فمن یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔ جو مجھے اس بات کی ضمانت دیدے۔ کہ وہ اس عضو کو محفوظ رکھیگا۔ جو دو جبڑوں کے درمیان ہے۔ اور جو اس عضو کو بچائے رکھیگا۔ جو عضو نہانی ہے تو میں بہشت کی اس کے لئے ضمانت لیتا ہوں۔ الفاظ ہی جہنم میں لیجاتے ہیں۔ اور الفاظ ہی بہشت میں داخل کرا دیتے ہیں غرضکہ الفاظ منہ سے نکالنا کوئی معمولی سی بات نہیں ہے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ ھل یکب الناس فی النار الا حصائد السنتھم جو لوگ درانتی کی طرح زبانوں کو چلائے جاتے ہیں۔ اور سوچتے نہیں کہ وہ کہاں اپنی زبان چلا رہے ہیں۔ وہ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اسی لئے زبان کو روکا گیا۔ کہ تو جھوٹ نہ بولا کر۔ اور کسی پر بہتان اور تہمت مت لگایا کر اور کسی مومن کو ایذا نہ دیا کر۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلم وہ ہے جس سے دوسرے مسلم سلامت رہیں۔ نہ زبان سے ان کو ایذا پہنچے۔ اور نہ ہاتھ سے۔ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بہتاناً و اثماً مبیناً۔ اور وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بغیر ان کے کئے ایذا رسانی کرتے رہتے ہیں۔ وہ بہتان اور گناہ عظیم کے مرتکب اور متحمل ہوتے ہیں۔ اور زبان کو غیبت سے روکدیا گیا۔ حالانکہ وہ جھوٹ نہیں ہوتا۔ بلکہ سچ ہوتا ہے۔ ولا یغتب بعضکم بعضاً۔ اور اے مومنو! کوئی تم میں سے کسی کی غیبت نہ کیا کرے۔ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً فکرھتموہ۔ کیا کوئی چاہتا ہے۔ کہ وہ اپنے مرے بھائی کا گوشت کھائے۔ تم ضرور کراہت سے دیکھتے ہو۔ پس کیوں مومن بھائی کی غیبوبت میں اس کی بدی کا تذکرہ کرکے اس کی لاش میں چھری چلاتے ہو۔ یہ تمام احکام جو زبان کو دئے گئے ہیں۔ ان سب سے زبان کو پاک رکھنا اور ان آلائشوں سے آلودہ نہ ہونے دینا کوئی معمولی سی بات نہیں ہے یہی تو وجہ ہے۔ کہ جو زبان کی ضمانت رسول کریمؐ کو دیتا ہے۔ وہ اس کے لئے آپ بہشت کی ضمانت دیتے ہیں۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ الفاظ اپنے اندر بڑی قوت رکھتے ہیں۔ اور یہ باعث ہو جاتے ہیں بڑے تغیر عظیم کا۔ جب یہ مسلم بات ہے۔ کہ الفاظ میں بڑے تاثرات ہوتے ہیں اور الفاظ ہی عندیات اور جذبات کے ترجمان ہوتے ہیں۔ اگر الفاظ نہ ہوں۔ تو انسان کالانعام ہو جاتا ہے جو کہ محض گم صم ہیں۔ یہ الفاظ انسان کی حیثیت کو بہت بلند کر دیتے ہیں۔ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے۔ تو ایک انسان دوسرے انسان کو اپنا مافی الضمیر نہ بتا سکتا۔ الفاظ کے ذریعہ سے ہم تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ مثل الذین کفروا کمثل الذی ینعق بما لا یسمع الا دعاءً ونداءً صم بکم عمی فھم لا یعقلون ان کافروں کی مثال اس شخص کی مثال کی طرح ہے جو ایسی چیزوں کو پکارے جاتا ہے۔ جو اس کی بات نہیں سن سکیں اور اس کو کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس کے کہ یہ پکارے اور بلائے جاتا ہے۔ بہرے ہیں۔ گونگے ہیں۔ اندھے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ اور نہ باز آسکتے ہیں۔

اسماء عرب۔ انہی الفاظ کی بدولت ہم نے مختلف چیزوں کے مختلف نام رکھے تاکہ ہمیں کوئی اشتباہ اور شک اور خلط ملط نہ ہو۔ اور نام سے ہی ہم فوراً اس چیز کو سمجھ جاتے ہیں۔ اور اسی لئے انسان کے نام رکھے جاتے ہیں تاکہ ہر ایک انسان میں کوئی مابہ الامتیاز قائم ہو جائے۔ تاکہ کسی کو بلاتے ہوئے ہمیں کوئی تکلیف محسوس نہ ہو۔ اور نہ مدعو کو کوئی تکلیف ہو۔ کیونکہ اگر سب انسانوں کے ایک ہی نام وضع کیا جاتا تو بہت مشکلات واقع ہو جاتے۔ مگر الفاظ کے اختلاف اور تنوع نے ہمیں اس سے بچا لیا۔ اور ہمارے پاس کلمات اور الفاظ کا اتنا بڑا ذخیرہ ہے کہ ہم ہر انسان کا مختلف نام رکھ سکتے ہیں۔ مگر نام رکھنے میں بھی بہت سے مقصد اور اغراض مطمع نظر ہوتے ہیں۔ نام کی بڑی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ دوسروں میں اس کو خوب تمیز ہو جاوے دلکش ہونا چاہیئے۔ تاکہ دوسروں کے دلوں کو اپنی طرف جذب کر سکے۔ خوبی سے بھرا ہوا ہونا چاہیئے۔ تاکہ لوگوں کو پسند آجائے۔ نہ کہ لوگوں کو اس سے نفرت پیدا ہو جاوے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خوبی سے بھرے اور خوبصورت نام رکھا کرو۔ قیامت کو انہی اسماء کے ذریعہ پکارے جاؤگے۔ وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا۔ اللہ کے نام حسن و خوبی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس کو انہی کے ذریعہ سے پکارا کرو۔ اس لئے آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے عبداللہ اور عبدالرحمن نام بہت ہی پسند ہیں

مذاہب کے نام

یہی غرض مذاہب کے اسماء میں ملحوظ رکھی گئی ہے۔ مگر قربان جائیے۔ اللہ جلشانہ پر جس نے ہمیں ایسا مذہب دیا۔ کہ جسکا نام بھی سب مذاہب کے ناموں میں ممتاز اور احسن ہے دوسرے مذاہب کے نام میں کوئی دلچسپی دلکشی اور دلربائی نہیں پائی جاتی۔ صرف ہمارا ہی ایسا مذہب ہے۔ جس کے نام میں ہی تمام اصول و فروع یکدم جمع ہو جاتے ہیں۔ اسلام کے معنے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے آگے گردن رکھ دینا۔ یہ معنے ہم نے اپنی طرف سے نہیں بنائے۔ ہر ایک مدعا کے ثبوت کیلئے ہمارے پاس قرآن میں خدائی گواہی موجود ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب خواب آئی۔ کہ وہ اپنے پیارے جگر کے ٹکڑے اسمٰعیل کو ذبح کرتے ہیں۔ تو انھوں نے یہ اپنے بیٹے سے ذکر کیا۔ اس نے کہا یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین۔ اے میرے پیارے ابا۔ کر جو تجھے حکم ہے۔ انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنیوالوں میں سے پائیں گے۔ اس وقت ذابح اور مذبوح کی حالت کو خدا تعالےٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ فلما اسلما وتلہ للجبین حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھری ہاتھ میں لے لی۔ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ذبح ہونے کے لئے لیٹ گئے۔ اسوقت کی حالت کو اللہ تعالیٰ نے اسلام سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس اسلام کسے کہتے ہیں۔ خدائی احکام کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کو۔ ہم علے رؤس الاشہاد تمام اہل مذاہب کو چیلنج دیتے ہیں۔ کہ وہ ہمیں دکھائیں۔ کہ ان کے مذہب کے نام میں ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت کما حقہ بیان کی گئی ہو۔ اور اس میں ان کے مذہب کے تمام اصول و فروع آگئے ہوں۔ تمام مذاہب کے ناموں میں کوئی دلچسپی اور جذب کرنے والی بات نہیں۔ بھلا بتائیے ہندو کسے کہتے ہیں۔ ہندو مذہب کی کوئی جامع مانع تعریف نہیں ہے۔ اب اسوقت اتحادی معاملے کی خاطر چوہڑوں چماروں کو بھی مردم شماری میں ہندو دکھایا گیا ہے تاکہ تعداد میں ہندو بڑھ جائیں۔ اسی طرح کرسچن مذہب میں کوئی مذہبی بات نہیں محض سوسائٹی اور قومیت کا جتھا اور مجمع ہے جیسا کہ خاندانوں کے نام مورث اعلیٰ کے نام پر ہوتے ہیں۔ ایسا ہی مسیحی اپنے مورث اعلیٰ کے نام پر مسیحی یا عیسائی کہلاتے ہیں۔ کیونکہ ان کے مورث اعلیٰ کا نام عیسیٰ یا مسیح تھا۔ اسی طرح بدھ مذہب کے لوگ بدھ کے نام پر بدھ کہلاتے ہیں۔ اسی طرح یہودیوں اور زرتشتیوں کا نام ہے جس طرح دنیاوی خاندانوں کے نام خود مورث اعلیٰ کے نام پر لوگ رکھ لیا کرتے ہیں۔ اسیطرح ان مذہبوں کے نام لوگوں نے رکھے ہیں یہ نام اللہ تعالیٰ کے رکھے ہوئے نہیں ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ تو ہمیں اپنی کتب مقدسہ سے اسکا مبرہن ثبوت دیا جاوے۔ الاسلام اللہ نے نام رکھا ہے ھو سمّٰکم المسلمین فی ھذا ومن قبل۔ اس نے تمہارا نام مسلم رکھا ہے۔ اسوقت بھی اور اس سے پہلے بھی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور تمہیں اسلام جیسا مذہب دیکر میں راضی ہو گیا۔ اب دیکھو اللہ کے نام رکھنے میں اور لوگوں کے نام رکھنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق پایا جاتا ہے۔ کہ اسلام ہی زندہ مذہب رہیگا۔ اور باقی تمام مذاہب فنا ہو جائیں گے۔

تصدیق المسیح

منکرین مسیح پر عذاب الٰہی

جب سے اللہ تعالیٰ نے مامورین و مرسلین بھیجنے شروع کئے ہیں۔ اور یہ سلسلہ ایک ایسے وقت سے چلا آتا ہے جس کی تاریخ کا معین کرنا ہمارے علم سے باہر ہے۔ خدا تعالےٰ کی یہ سنت چلی آئی ہے۔ کہ وہ مامورین کے منکرین کو ان کے انکار پر سخت سزا دیتا ہے۔ اور ہونا بھی ایسا ہی چاہیئے اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آئے۔ اور لوگ اسے نہ مانیں اور شوخی و شرارت سے کام لیں۔ اور اس کی تکذیب اور تکفیر میں جرأت و دلیری سے کام لیں۔ اور ہر طرح سے اس کی ایذا دہی کی کوشش کریں۔ اور اس سے ہنسی اور ٹھٹھا کریں۔ اور اس کی حقارت کریں۔ اور اس کے احکام سے منہ موڑ لیں۔ اور اس کی تعلیم سے اعراض کریں۔ اور اس کے سلسلہ میں واخل ہونے والوں پر بھی سختیاں کریں۔ اور اس کی ترقی میں رکاوٹیں ڈالیں۔ اور پھر بھی ان کی تائید آسمان سے ہوتی ہے۔ اور وہ بلا خوف آرام کی زندگی بسر کریں۔ اور اللہ تعالےٰ ان کے افعال کی سزا نہ دے۔ اور وہ بغیر کسی عذاب کے عیش و عشرت میں اپنے دن گذاریں گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے انکار اور کفر کی پرواہ ہی نہیں کی۔ اور ان کے اس فعل کو ناپسند ہی نہیں کیا۔ تو ایسی سخت مشکل پیش آجائے۔ کہ لوگ ماموریت کے انکار پر دلیر ہو جائیں۔ اور نبیوں کی زندگی تلخ ہو جائے۔ بلکہ جو لوگ ایمان اور یقین کے قریب آجائیں۔ ان کے دل بھی شکوک و شبہات کی لہروں میں بہ جائیں۔ اور ان کے اعتقاد میں تزلزل واقعہ ہو جائے۔ بلکہ جو لوگ انبیاء و مامورین کے وجود پر ایمان لا کر بہت سے مراحل طے بھی کرلیں۔ وہ بھی خدا تعالےٰ کے سلوک کو دیکھ کر نبیوں سے پھر جائیں کیونکہ جب خدا تعالیٰ اپنے مامورین کے انکار کرنیوالوں پر کوئی غیرت کا اظہار نہ کرے۔ اور ان کی شرارت کی سزا نہ دے۔ تو کیا ثبوت ہے جسکی بناء پر کوئی انہیں خدا کی طرف سے مانے کسی شریر آدمی کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ کہ ایک بیٹے کو اس کے باپ کے سامنے زد و کوب کرے۔ پھر خدا تعالیٰ جو قادر مطلق ہے۔ اور ہر شئے اس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ باوجود اس بات پر مطلع ہونے کے کہ بعض شریر اس کے مرسلین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور اس کو ذلیل کرنے کے لئے اپنے ناخنوں تک کا زور لگا رہے ہیں۔ پھر بھی انہیں سزا نہ دے۔ ایک ایسا امر ہے جسے کوئی عقل سلیم تسلیم نہیں کر سکتی۔ اور بجز ایک مجنون اور از خود رفتہ انسان کے جو شان الٰہی سے بالکل بے خبر ہو اور غیرت خداوندی سے جاہل ہو۔ اور کوئی انسان اس بات کا وہم بھی نہیں لا سکتا۔

لیکن افسوس ہے۔ کہ لوگ خدا تعالیٰ کے غضب کے آثار دیکھ کر بھی نہیں مانتے۔ اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ اپنی نصرت سے مامورین کی غیر معمولی طور سے مدد کرتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ انکار پر مصر رہتے ہیں۔ اور آخر بالکل تباہ اور برباد ہوتے ہیں۔

یہودیوں نے مسیح ناصری کی مخالفت کر کے کیا لیا۔ کیا ان کی عزت ہوگئی۔ کیا وہ دنیا میں بڑے بن گئے۔ مسیح کی ظاہری حیثیت کیا تھی ایک معمولی انسان تھا۔ دنیاداروں کے نزدیک اس کی عزت ایک عام شہری سے زیادہ نہ تھی۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک گورنر کی حیثیت سے آیا تھا۔ اور جنہوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ ذلیل اور خوار کئے گئے۔ اور گو انھوں نے اسے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر وہ خود ہلاک ہوگئے۔ کوئی مامور نہیں آیا۔ مگر اس کے منکر ہلاک ہوئے۔ کوئی رسول نہیں بھیجا گیا مگر اس کے مخالف تباہ کئے گئے۔ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ مگر اس کے دشمنوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وقوم نوح لما کذّبوا الرّسل اغرقناھم وجعلناھم للناس اٰیۃ ط واعتدنا للظٰلمین عذابا الیما۔ اور نوح کی قوم نے جب رسولوں کی تکذیب کی۔ ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ اور انہیں لوگوں کے لئے ایک نشان مقرر کیا۔ اور ظالمین کے لئے ہم نے دردناک عذاب مقرر کیا ہے اسیطرح فرمایا۔ وکذب الذین من قبلھم وما بلغوا معشار ما اٰتینٰھم فکذبوا رسلی فکیف کان نکیر۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی نسبت فرماتا ہے کہ اگر انھوں نے انکار کیا ہے۔ تو ان سے پہلوں نے انکار کیا تھا اور ابھی تو یہ لوگ جو کچھ ان کو ملا تھا۔ اس کے عشر عشیر کے بھی مالک نہیں ہوئے مگر انہوں نے انکار کیا۔ پھر انکار کا نتیجہ کیا نکلا۔ ان کو کیسا عذاب ملا وہ کس طرح ہلاک کئے گئے۔

پس خدا کے مامورین کے منکرین جب شرارت میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تو قادر مطلق خدا انہیں سزا دیتا ہے۔ اور سخت دیتا ہے۔ بے شک وہ رحیم ہے وہ کریم ہے وہ نہایت مہربان ہے۔ اور بڑا غفور ہے اور ستاری اس کی شان ہے۔ لیکن وہ شدید العقاب اور ذو انتقام بھی ہے۔ اور غفور کے ساتھ غیور بھی ہے۔ پس خدا کے مرسلین کا انکار چھوٹا سا قصور نہیں۔

ہمارے حضرت مسیح موعودؑ کے منکرین نے آپکے انکار کے بدلہ میں کیا نتیجہ بھگتا۔ خدا تعالےٰ نے انہیں ایسی ایسی عجیب طور سے عذاب دیا۔ اور اس اس طرح ہلاک کیا۔ کہ دانا کے ماننے کے لئے کافی ہے۔ اور اگر کوئی چشم بصیرت رکھتا ہو۔ تو اسے انکار کرتے بن نہیں پڑتی۔ پھر آپ کے ساتھ خدا کا وہی معاملہ ہے جو پہلے مامورین و مرسلین کے ساتھ تھا۔ اور آپکے دشمنوں کیلئے بھی خدا تعالیٰ ویسی ہی عبرت بخش سزائیں تجویز کرتا ہے جیسی سزائیں آپ سے پہلے مامورین کے منکرین کے دشمنوں کے لئے تجویز کرتا تھا۔ تو پھر ماننے میں کیا عذر ہے۔ حضرت نوح کی قوم غرق ہوگئی ہے۔ تو اسے دلیل صداقت قرار دیا جاتا ہے۔ مسیح موعود کے منکرین اگر طاعون اور زلزلوں سے تباہ کئے جاتے ہیں۔ تو کیوں اسے اس کی صداقت کی دلیل نہیں قرار دیا جاتا۔ اگر حضرت مسیح ناصری کے مخالف ایک عرصے کے بعد ایک حاکم قوم کے ذریعہ تباہ ہوتے ہیں۔ تو یہ اس کی سچائی کا ایک ثبوت ٹھیرتا ہے۔ مگر مسیح موعود کے مخالف روز ذلیل ہوتے ہیں اور خدا کا غضب ان پر ٹوٹتا ہے۔ مگر اسے ایک اتفاق قرار دیا جاتا ہے۔

کیا یہ علامت حق طلبی کی ہے۔ کیا یہی سچائی کے دلدادہ کا طریق ہوتا ہے ایک دوست میاں الیاس الدین بہلولپور سے اطلاع دیتے ہیں۔ کہ میں پچھلے دنوں اپنے وطن شیخ وال ضلع جالندھر گیا۔ وہاں مسجد کے اندر ایک فتویٰ حضرت مسیح موعود کے خلاف لٹکا ہوا تھا۔ اسے دیکھکر جیسا کہ ایک احمدی کا حال ہونا چاہیئے تھا۔ آپ کو بہت صدمہ ہوا۔ اور جوش میں اس پر لکھدیا لعنت اللہ علی الکاذبین۔ دریافت پر معلوم ہوا۔ کہ یہ فتویٰ اور آس پاس کے گاؤں میں بھی لٹکانے کے لئے آیا ہوا ہے۔ میاں الیاس الدین صاحب لکھتے ہیں۔ کہ ۲۶ تاریخ کو میر اغیر احمدی بھائی لکھتا ہے۔ کہ ان دیہات میں جہاں یہ فتویٰ شائع کیا گیا تھا۔ اور مساجد میں لٹکایا گیا تھا۔ سخت اولے پڑے ہیں۔ اور گاؤں کے گاؤں برباد ہوگئے ہیں۔ اور کھیتوں کا سخت نقصان ہوا ہے۔ اور دوسرے گاؤں میں کچھ نقصان نہیں ہوا۔

کیا کوئی دانا اس نشان سے فائدہ اٹھائیگا۔ کیا یہ مسیح موعود کی صداقت کا ایک چلتا ہوا نشان نہیں۔ کیا خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے صدق دعویٰ پر یہ ایک مہر نہیں۔ پھر ان گاؤں کے رہنے والوں نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا۔ کیا انہوں نے اس بات پر غور کیا۔ کیا وہ اب اس کی صداقت پر ایمان لے آئے۔

کاش لوگ اب بھی سوچیں اور خدا کے مامور کی تکفیر اور اس پر عیب لگانے سے باز آجائیں۔ تا خدا کے عذاب سے بچ جائیں۔ بیشک اولے گراہی کرتے ہیں۔ اور کوئی شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ ایک معمولی بات ہے لیکن کیا لوگ غرق نہیں ہوا کرتے۔ کیا لوگ لڑائیوں میں مارے نہیں جاتے۔ کیا حکومتیں حکومتوں پر غالب نہیں آجاتیں۔ پھر کیوں حضرت نوح کے دشمنوں کا غرق ہونا آپ کی سچائی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ مسیح کے دشمنوں کا تباہ ہونا ان کی صداقت کا ثبوت خیال کیا جاتا ہے۔ حضرت رسول کریمؐ کے دشمنوں کا بدر میں ہلاک ہونا آپ کی راستبازی کا ایک نشان قرار دیا جاتا ہے۔

بات یہ ہے کہ مامورین سے وعدہ ہوتا ہے کہ جو ان کو تکلیف دیگا۔ یا برا بھلا کہیگا۔ تباہ کیا جائیگا۔ اور پھر ہر ایک جو ان کے مقابلہ میں آتا ہے تباہ ہوتا ہے اور یہ ان کی صداقت کی ایک علامت ہوتی ہے۔ کیا کوئی سعید روح ہے جو اس نشان سے فائدہ اٹھائے دوستو! خدا کے فرستادوں کا انکار نفع نہیں پہنچاتا۔ نقصان دہ ہوتا ہے۔ پس اپنی جانوں اور اپنے رشتہ داروں پر رحم کرو اور خدا کے فرستادہ کو مان لو۔

+ + + + + + + + + + + + + + +

امر بالمعروف

چستی اور ہوشیاری سیکھو

انسان کو اپنی محدود زندگی میں ہزاروں قسم کے کام ہیں سو ایام زندگی کے محدود اور معدود ہونے کی وجہ سے سب کام اسے اپنے اپنے وقت پر کرنے پڑتے ہیں۔ جو کام بچپن میں کرنے کے ہیں اگر بچپن میں نہ کئے جائیں تو بڑے ہو کر ان کے بجالانے کا موقعہ نہیں ملتا۔ اور جو کام جوانی میں کرنے کے ہیں۔ اگر جوانی میں نہ کئے جائیں۔ تو ادھیڑ عمر ان کو پورا کرنا تکلیف مالایطاق سے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس عمر میں اور لوازمات اور معاملات پیش آجاتے ہیں۔ پھر جو کام ادھیڑ عمر میں ختم کرنے کے ہیں۔ اگر انہیں اس حصۂ عمر میں پورا نہ کرے۔ تو بڑھاپا تو اپنے ساتھ اور ہی شان لاتا ہے۔ اسوقت تو پچھلی کسر کو پورا کرنا ناممکن ہی ہوجاتا ہے۔ اور کسی کی طاقت نہیں ہوتی۔ کہ پچھلے کام ختم کر سکے۔ اور ایسا انسان جو سستی اور غفلت میں عمر گذار دیتا ہے۔ حسرت واندوہ کے ساتھ اس دنیا سے ذلت و بدنامی کے ساتھ گذر جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی عذر معقول پیش کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے انسان کو ہر قسم کے ضروری قویٰ جن سے اسے اپنے فرائض کے بجالانے میں سہولت ہو سکتی ہے۔ مہیا کر دئے ہیں۔ اور ان سے کام نہ لینا اور غفلت میں وقت گذار دینا اس کا قصور ہے۔ نہ اس پاک ہستی کا جو اپنے کاموں میں کوئی غلطی نہیں کرتی۔

رات اور دن کے کاموں کا بھی یہی حال ہے۔ رات کے کام رات کو اور دن کے کام دن کو بجالانے چاہئیں۔ اگر رات کے کاموں کی نسبت کوئی کہے۔ کہ دن کو بجالاؤں گا۔ تو وہ غلطی کرتا ہے جب دن چڑھیگا۔ تو اپنے ساتھ اور بیسیوں ضروریات لائیگا۔ جنکا پورا کرنا خود وقت کا خواہاں ہوگا۔ پھر پچھلے کام سمیت ان ضروریات کا پورا کرنا دوبھر ہو جائیگا۔

انسان کو چاہئے۔ کہ اپنے تمام کاموں میں چستی اور پھرتی سے کام لے۔ ورنہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ سست آدمی ذلت و بدنامی میں رہتا ہے کیونکہ اس کی کسی مجلس میں قدر نہیں۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ایک سست نوکر کو کوئی آقا ملازم رکھے۔ جب معلوم ہوگا۔ کہ یہ نوکر سست اور غافل ہے آقا اسے جدا کر دیگا۔ کیونکہ کوئی شخص نہیں پسند کرتا۔ کہ اپنے کام کو تباہ ہونے دے۔ جب وہ اپنے کام میں نقص دیکھیگا۔ اور اس کی اصلاح کی صورت نظر نہ آئیگی۔ مجبوراً دونوں میں علیحدگی ہوگی۔

ایک سست مزدور کے لئے مزدوری ملنی مشکل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ لوگ اس بات کو معلوم کر کے کہ فلاں شخص سست کام کرتا ہے کبھی اسے اپنے کام پر نہیں لگاتے۔ اور حتی الوسع چست اور ہوشیار آدمی کو ہی کام سپرد کرتے ہیں۔

جو لوگ بجائے ملازمت یا مزدوری کے اپنے گھر کے کام کرتے ہیں وہ بھی سستی کی وجہ سے دکھ ہی پاتے ہیں۔ وہ چستی اور ہوشیاری کے بغیر ذلیل ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ ان کے اموال کا نقصان ہی ہوتا رہتا ہے۔ اگر تجارت کریں۔ تب گھاٹا۔ ہزاروں قسم کے نقصانات ان کے ساتھ لگے رہیں گے۔ اور کہیں سستی کی وجہسے مال تجارت خراب ہو جائیگا۔ کہیں گاہک ناراض ہو جائیگا۔ کہیں عمدہ مال تلاش کرنے میں ناکامی ہوگی۔ غرض کہ ہر بات میں وہ دوسرے تاجروں کے مقابلہ میں نیچا دیکھتا رہیگا۔ اور جس تجارت کے ساتھ ہر وقت گھاٹا اور خسارہ لگا ہوا ہو۔ اس میں کسی نفع یا فائدہ کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

اگر زراعت کرے۔ تب بھی چستی اور ہوشیاری کے بغیر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ایک کسان بھی اسی طرح بہت سے حریفوں کا مقابلہ کرنے پر مجبور ہے جسطرح ایک تاجر یا ملازم ہے اگر ایک ملازم کے مقابلہ میں دوسرے ملازم اپنی خدمات پیش کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ اور ایک تاجر کے مقابلہ میں دوسرے تاجر خریداروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اسیطرح ایک کسان کے مقابلہ میں دوسرے کسان بازی لے جانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ اور جو کسان اپنے کام میں سست ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کی نسبت گھاٹے میں رہتا ہے۔ کیونکہ جو کسان چستی سے کام نہ لیگا۔ بارہا اسکا غلہ بارش سے خراب ہو جائیگا کبھی زراعت کا مناسب وقت گذر جائیگا۔ اور وہ کھیت کاٹنے سے محروم رہ جائیگا۔ کیونکہ جو بوتا نہیں وہ کیونکر کاٹ سکتا ہے۔ اگر بونے کے بعد چستی اور ہوشیاری سے کام نہ لیگا۔ اور کھیت کو وقت پر پانی نہ دیگا۔ تب بھی دوسروں کے مقابلہ میں شکست کھائیگا۔ پھر اگر کاٹ کر گھر لے بھی آیا۔ تب بھی اگر چستی اور ہوشیاری سے کام نہ لیگا۔ اور اپنے غلہ کے لئے عمدہ منڈی تلاش نہ کریگا۔ تو بھی نقصان پائیگا۔

پس کوئی کام ہو۔ انسان بغیر چستی اور ہوشیاری کے اپنے حریفوں میں عزت کی زندگی نہیں بسر کر سکتا۔ اور یہ ہو بھی کیونکر سکتا ہے جب ہر ایک کام میں ہزاروں حریف مقابلہ پر ہیں۔ جو ایک سے ایک بڑھ کر زیرک و ہوشیار ہے۔ اور اپنی پوری طاقت و قوت سے مقابلہ پر آمادہ ہیں۔ وہاں غفلت سے کیونکر کام نکل سکتا ہے۔

دنیا کو ایک گھوڑ دوڑ کے میدان سے مشابہت ہے۔ جہاں ایک وقت مقررہ کے اندر بیسیوں مقابلہ کرنیوالوں سے بازی لے جانا کوئی آسان امر نہیں ہوتا۔ اور صرف سستی کا ترک کرنا ہی کام نہیں آسکتا۔ بلکہ نہائت چستی اور ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اپنے جسم کے ہر ایک ذرہ کو کام میں لگا کر پھر کامیابی کی امید کی جا سکتی ہے۔ پھر جب چند ایک حریفوں کے مقابلہ میں گھوڑ دوڑ کے میدان میں اس محنت سے کام لینا پڑتا ہے۔ تو دنیا کی کروڑہا مخلوق کے مقابلہ میں کوئی انسان چستی اور ہوشیاری کے بغیر سستی اور غفلت سے عزت حاصل کرنا چاہے تو ایں خیال است و محال است و جنون۔

دنیا میں ہی چستی کے بغیر ناکامی نہیں ہوتی۔ بلکہ دین کے معاملہ میں بھی کسل اور سستی انسان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ جو انسان کسل کی عادت ڈالے۔ وہ پانچ وقت نمازوں کی پابندی کب کر سکتا ہے۔ جبتک انسان ایسا ہوشیار نہ ہو۔ کہ جو کام جسوقت پڑے۔ اسی وقت اس کو پورا کرے۔ تب تک وہ دین میں بھی کوئی کامیابی نہیں حاصل کر سکتا۔ نمازوں کے علاوہ جماعت میں اول صف کا جو ثواب ہے۔ اس کے حاصل کرنے کی کوشش میں سست کہاں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ جو شخص پہلی سطر میں جا کر جگہ لے وہ دوسری سطر میں بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ اجر کا مستحق ہے۔ اور اسی طرح عبادت میں بھی چست ہی کامیاب ہو جاتے ہیں۔ سست آدمی تو وضو کرتے کرتے ہی اتنی دیر لگا دیتا ہے۔ کہ اول سطر میں جگہ ملنا تو الگ امر ہے۔ اگر پوری نماز ہی ملجائے تو بھی غنیمت ہے۔ تہجد کا ادا کرنا تو بغیر کامل چستی و چالاکی کے ہو ہی نہیں سکتا۔ سست آدمی کی تو آنکھ بھی کھلجائے۔ تو چارپائی پر پڑا یہی سوچتا رہتا ہے۔ کہ اب اٹھوں اب اٹھوں۔ حتیٰ کہ دوبارہ آنکھ لگ جاتی ہے۔ یا نماز کا وقت گذر جاتا ہے۔ کبھی یہ خیال کرتا ہے۔ ذرہ نیند کا خمار ہٹ لے۔ تو اٹھوں۔ کبھی یہ خیال کر لیتا ہے۔ کہ بدن کی گرمی کم ہو۔ تو وضو کروں۔ اور ان ہی بہانوں میں ثواب کو کھو بیٹھتا ہے۔

جہاد کی فضیلت حاصل کرنیکا موقعہ تو سست کو مل ہی نہیں سکتا۔ جنگ و جدل میں شامل ہونا بغیر کامل ہوشیاری کے ممکن ہی نہیں۔ زبانی اور قلمی جہاد میں بھی چستی کی نہائت ضرورت ہے۔ کہ مشتیکہ بعد از جنگ یاد آید بر کلۂ خود باید زد کی مثال صادق نہ آئے۔

پس دین و دنیا دونوں کی کامیابی کا انحصار چستی و چالاکی پر ہے۔ اور وہی انسان دونوں جہان میں ترقی پا سکتا ہے۔ جو اپنے مفوضہ کاموں میں چستی سے کام لے اور غفلت سے دور بھاگے۔

افسوس ہے کہ لوگ لطائف و ظرائف کے ذریعہ کاہلوں اور سستوں پر ہنسی تو کرتے ہیں۔ لیکن خود بالکل وہی کام کرتے ہیں۔ ایک لطیفہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کسی جگہ کوئی شخص لیٹا ہوا تھا۔ اس نے ایک راہگیر کو بلایا۔ کہ میاں ادھر آؤ۔ جب وہ پاس پہنچا۔ تو اسے کہنے لگا۔ کہ میاں یہ بیر میری چھاتی پر سے اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دو۔ وہ راہگیر اس بات کو سن کر حیران رہ گیا۔ اور گالیاں دیتا ہوا چلا گیا۔

ہائے افسوس کہ اس لطیفہ کو سنکر بہت لوگ ہنس تو پڑے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے۔ کہ ہم خود ایسے ہی کام کرتے ہیں۔ روزانہ ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ کہ ایک آدمی کے ہاتھ میں کامیابی ہوتی ہے۔ اور ذرا سی حرکت پر وہ کامیابی کا منہ دیکھ سکتا ہے لیکن اپنی غفلت سے ان مواقع کو ہاتھ سے کھو دیتا ہے۔ اور دوسروں کی مدد پر نظر رکھتا ہے۔ کیا ایسے لوگ اس بیر مانگنے والے کی طرح نہیں۔ پھر کیوں لوگ ان پر ہنستے ہیں۔ کیوں نہ اپنے اندر تبدیلی نہیں کرتے پیدا کر کے میدو ستو چستی و چالاکی اختیار کرو تا دین و دنیا میں کامیاب ہو سکو۔

تاریخ اسلام

سیرت النبی

طہارت النفس۔ وقار

وقار ایک عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں۔ عالی حوصلگی۔ حلم۔ اور بڑائی۔ چونکہ لوگ عام طور پر اس لفظ کو استعمال کرتے ہوئے اس کے معانی سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اسکے معنے کر دوں۔ تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے۔ کہ جب میں وقار لفظ استعمال کرتا ہوں۔ تو اس سے میری مراد کیا ہوتی ہے۔ چونکہ عام طور سے یہ لفظ اردو میں عزت کے معنے میں استعمال ہونے لگا ہے۔ اور عام لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ فلاں شخص بڑے وقار والا ہے۔ اور اس سے ان کی مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ بڑی عزت والا ہے۔ یا معزز ہے لیکن دراصل اس لفظ سے گو بڑائی اور عزت کے معنے نکلتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد نفس کی بڑائی ہوتی ہے یعنی جس شخص میں چھچھور پن کمینگی اور ہلکا پن نہ ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر چڑ نہ جائے۔ لوگوں کی باتیں سن کر ان پر حوصلہ نہ ہار دے۔ مخالف کی باتوں کو ایک حد تک برداشت کرنے کی طاقت رکھتا ہو۔ اسے صاحب وقار کہیں گے اور جو رذیل لوگوں کی صحبت میں رہتا ہو چھوٹی چھوٹی باتوں پر چڑ جاتا ہو۔ ذرا ذرا سی تکلیف پر گھبرا جاتا ہو۔ چھوٹے چھوٹے مصائب پر ہمت ہار بیٹھتا ہو۔ وہ صاحب وقار نہیں ہوگا۔ خواہ اس کے پاس کتنی ہی دولت ہو۔ اور کیسے ہی عظیم الشان عہدہ پر مقرر ہو۔

پس گو وقار کے معنوں میں عظمت اور بڑائی بھی ہے۔ مگر میری اس جگہ وقار سے وہی مراد ہے۔ جو میں نے پہلے بیان کر دی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو جو عہدہ اور شان اللہ تعالےٰ نے عطا فرمائی تھی۔ وہ دنیاوی بادشاہوں سے کسی صورت میں کم نہ تھی۔ اور گو آپ خود اپنے زہد و تقویٰ کی وجہ سے اپنی عظمت کا اظہار نہ کرتے ہوں لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ آپ ایک بادشاہ تھے۔ اور تمام عرب آپکے ماتحت ہو گیا تھا۔ اور اگر آپ ان سب طریقوں کو اختیار کر لیتے۔ جو اس وقت کے بادشاہوں میں مروج تھے۔ تو دنیاوی نقطۂ خیال سے آپ پر کوئی الزام قائم نہیں ہو سکتا تھا۔ اور آپ دنیاوی حکومتوں کی نظر میں بالکل حق بجانب ہوتے۔ لیکن آپ کی عزت اس بادشاہت کی وجہ سے نہ تھی۔ جو شہروں اور ملکوں پر حکومت کے نام سے مشہور ہے بلکہ دراصل آپ کی عزت اس بادشاہت کی وجہ سے ہے۔ جو آپکو اپنے دل پر حاصل تھی۔ جو آپ کو دوسرے لوگوں کے دلوں پر حاصل تھی آپنے باوجود بادشاہ ہونے کے اس طریق کو اختیار نہ کیا جس پر بادشاہ چلتے ہیں۔ اور اپنی عظمت کے اظہار کے لئے وہ نمائشیں نہ کیں۔ جو سلطان کیا کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ نبی تھے۔ اور نبیوں کے سردار تھے اور بادشاہ ہو کر جو معاملہ آپ نے اپنے اتباع سے کیا۔ وہ اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ آپکا نفس کیسا پاک تھا۔ اور ہر قسم کے بد اثرات سے کیسا منزہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ سألت النبی صلے اللہ علیہ وسلم ای العمل احب الی اللہ قال الصلوٰۃ علی وقتھا قال ثم ای قال بر الوالدین قال ثم ای قال الجہاد فی سبیل اللہ قال حدثنی بھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولو استزدتہ لزادنی میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کونسا عمل اللہ تعالےٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کونسا عمل۔ فرمایا کہ والدین سے نیکی کرنا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ پھر کونسا عمل ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں کوشش کرنا۔ عبداللہ بن مسعود نے فرمایا۔ کہ مجھ سے نبی کریمؐ نے یہ بیان فرمایا۔ اور اگر میں آپ سے اور پوچھتا تو آپ اور بتاتے۔

بظاہر تو یہ حدیث ایک ظاہر بین کو معمولی معلوم ہوتی ہو گی۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ آپکا وقار کیسا تھا۔ کہ صحابہ آپ سے جسقدر سوال کئے جائیں۔ آپ گھبراتے نہ تھے۔ بلکہ جواب دیتے چلے جاتے اور صحابہ کو یقین تھا۔ کہ آپ ہمیں ڈانٹیں گے۔ نہیں امراء کو ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ذرا کسی نے دو دفعہ سوال کیا۔ اور چیں بر جبیں ہو گئے۔ کیا کسی کی مجال ہے۔ کہ کسی بادشاہ وقت سے بار بار سوال کرتا جائے۔ اور وہ اسے کچھ نہ کہے۔ بلکہ بادشاہوں اور امراء سے تو ایک دفعہ سوال کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ اور وہ سوالات کو پسند ہی نہیں کرتے اور سوال کرنا اپنی شان کے خلاف اور بے ادبی جانتے ہیں۔ اور اگر کوئی ان پر سوال کرے۔ تو اس پر سخت غضب نازل کرتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں ہم رسول کریمؐ کو دیکھتے ہیں۔ کہ باوجود ایک ملک کے بادشاہ ہونے کے طبیعت میں ایسا وقار ہے۔ کہ ہر ایک چھوٹا بڑا جو دل میں آئے۔ آپ سے پوچھتا ہے۔ اور جسقدر چاہے۔ سوال کرتا ہے لیکن آپ اس پر بالکل ناراض نہیں ہوتے۔ بلکہ محبت اور پیار سے جواب دیتے ہیں۔ اور اس محبت کا ایسا اثر ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے دلوں میں یقین کر لیتے ہیں۔ کہ ہم جسقدر بھی سوال کرتے جائیں۔ آپ ان سے اکتائیں گے نہیں۔ کیونکہ جو حدیث میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نہ صرف اس موقعہ پر آپ اعتراضات سے نہ گھبرائے۔ بلکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ آپ دین کے متعلق سوالات سے نہ گھبراتے تھے۔ کیونکہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جتنے سوال آپ سے کئے۔ آپ نے ان کا جواب دیا۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ لو استزدتہ لزاد اگر میں اور سوال کرتا۔ تو آپ پھر بھی جواب دیتے۔ اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یقین تھا۔ کہ آپ جسقدر سوالات بھی کرتے جائیں۔ آنحضرت صلعم اس پر ناراض نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کا جواب دیتے جائیں گے۔ اور یہ نہیں ہو سکتا تھا۔ جبتک رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عام عادت یہ نہ ہو۔ کہ آپ ہر قسم کے سوالات کا جواب دیتے جائیں۔

دیگر احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ صحابہ کے سوالات پر خفا نہ ہوتے تھے۔ بلکہ بڑی خندہ پیشانی سے انکے جواب دیتے تھے۔ اور یہ آپکے وقار کے اعلیٰ درجہ پر شاہد ہے۔ کیونکہ معمولی طبیعت کا آدمی بار بار سوال پر گھبرا جاتا ہے۔ مگر آپ باوجود ایک ملک کے بادشاہ ہونیکے رحمت و شفقت کا ایسا اعلیٰ نمونہ دکھاتے رہے۔ جو عام انسان تو کیا دیگر انبیاء بھی نہ دکھا سکے

اس حدیث کے علاوہ ایک اور حدیث بھی ہے۔ جس سے آپکے وقار کا علم ہو سکتا ہے۔ اور گو یہ حدیث میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ کیونکہ اس سے آپکے یقین اور ایمان پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ لیکن چونکہ اس حدیث سے آپکے وقار کا حال بھی کھلتا ہے۔ اس لئے اس جگہ بھی بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سراقہ بن جعشم کہتا ہے کہ جب رسول کریمؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ تو مجھے اطلاع ملی کہ آپ کے لئے اور حضرت ابوبکر کے لئے مکہ والوں نے انعام مقرر کیا ہے جو ایسے شخص کو دیا جائیگا جو آپ کو قتل کر دے۔ یا قید کر لائے۔ اس پر میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگا۔ اور چاہا۔ کہ جسطرح ہو۔ آپ کو گرفتار کر لوں تا اس انعام سے متمتع ہو کر اپنی قوم میں مالدار رئیس بن جاؤں جب میں آپکے قریب پہنچا۔ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ اور میں زمین پر گر پڑا اسپر میں نے اٹھ کر تیروں سے فال نکالنی چاہی۔ کہ آیا یہ کام اچھا ہے یا بڑا کروں یا نہ کروں۔ اور تیروں میں سے وہ جواب نکلا۔ جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی مجھے آپ کا تعاقب نہیں کرنا چاہئے۔ مگر پھر بھی میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور آپکے پیچھے بھاگا۔ اور اسقدر نزدیک ہو گیا۔ کہ آپکی قرأت کی آواز آنے لگی۔ اور میں نے آپکو دیکھا۔ کہ آپ بالکل کسیطرف نہیں دیکھتے تھے۔ مگر حضرت ابوبکر بار بار ادھر ادھر دیکھتے جاتے تھے۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ میں صفت وقار نہایت اعلیٰ درجہ پر تھی اور یہ آپ خطرناک سے خطرناک اوقات میں بھی اپنے نفس کی بڑائی کو نہ چھوڑتے تھے۔ اور خواہ آپ گھر میں بیٹھے ہوئے اپنے شاگردوں سے معاملہ کر رہے ہوں جو دین کی جدت کی وجہ سے بار بار سوال کر کے مجبور کرتے تھے۔ اور خواہ میدان جنگ میں دشمن کے ملک میں خطرناک دشمن کے مقابلہ میں آ جائیں ہر دو صورتوں میں اپنے وقار کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ اور جسوقت بڑے بڑے بہادر اور دلیر انسان چڑچڑاہٹ اور گھبراہٹ کا اظہار کرے اسوقت بھی آپ کی بیت وقار قائم رہتا تھا اور تعلیم اور جنگ دو ہی موقعہ ہوتے ہیں جہاں وقار کا امتحان ہوتا ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ اسی وجہ سے استادوں کو اپنے اخلاق کے درست کرنیکی کیسی ضرورت رہتی ہے بعد جو استاد اسباب سے غافل ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھ کر بہت جلد طلباء کی اخلاق کو بگاڑ دیتے ہیں یہی حال میدان جنگ میں سپاہی کا ہوتا ہے۔ جو باوجود جرأت اور بہادری کے بعض اوقات وقار کو کھو بیٹھتا ہے چھچھور پن اور گھبراہٹ کا اظہار کر بیٹھتا ہے مگر وہ نیکو کار جس کا نمونہ ہمارے سامنے ہے ان سب عیوب سے پاک تھا۔ اللھم صل علی محمد و بارک وسلم۔

تادیب النساء

میاں بیوی کا تعلق!

میاں بیوی کا تعلق کوئی معمولی سا تعلق نہیں۔ ایک دن کا تعلق بھی ہو۔ تو انسان کو احتیاط کرنی پڑتی ہے۔ پھر جہاں سالہا سال کا تعلق نہیں بلکہ عمر بھر کا تعلق ہو وہاں اگر کشیدگی ہو۔ تو زندگی کیسی تلخ گذرتی ہے۔

مگر افسوس ہے۔ کہ جیسا یہ تعلق اہم ہے۔ اور جیسا یہ تعلق ایک عرصہ دراز تک قائم رہنے والا ہے۔ اتنی اس کے درست رکھنے کی طرف توجہ نہیں کیجاتی۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ لمبے تعلق کی وجہ سے تصنع اور بناوٹ سے کام نہیں چلسکتا۔ کیونکہ ایک دو دن کے لئے تو انسان کوشش کر سکتا ہے کہ اپنے خلاف منشاء بات دیکھ کر اس پر صبر کرے۔ لیکن سالہا سال تک کے لئے تصنع سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ اور ایسا کرنا انسانی طاقت سے زیادہ ہے۔ پس ضرورت ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات کے قائم رکھنے کے لئے بجائے تصنع اور بناوٹ کے سچائی اور اخلاص کی طرف زیادہ توجہ کی جائے ورنہ خطرناک نتائج کا نکلنا بعید نہیں ہوگا۔ بلکہ اخلاص کے بغیر اگر بُرے نتائج نہ پیدا ہوں۔ تو تعجب کا مقام ہوگا۔

ریل میں چند گھنٹوں کے لئے مختلف طبائع کا اجتماع ہوتا ہے لیکن جب کوئی شخص کسی کو اپنے منشاء کے خلاف کاروائی کرتا ہوا دیکھتا ہے تو صبر نہیں کر سکتا۔ اور وہیں ٹوک دیتا ہے۔ بلکہ بارہا جنگ و جدال تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور ہاتھا پائی شروع ہو جاتی ہے شرفا اگر عملی طور سے اظہار نفرت سے پرہیز کرتے ہیں۔ تو دل میں ضرور کڑھتے ہیں۔ اور ان کو اس جگہ بیٹھنا دوبھر معلوم ہوتا ہے۔ اور طبیعت اکتا جاتی ہے پھر میاں بیوی اگر ایک دوسرے سے متنفر ہوں اور ایک دوسرے کے کاموں کو نگاہ نفرت سے دیکھیں تو ان کی زندگیاں کیسی تلخ ہونگی۔

فساد کی صورت میں دو نتائج میں سے ایک نتیجہ ضرور پیدا ہوگا۔ یا تو میاں بیوی لڑ بھڑ کر ایک دوسرے سے جدائی کی فکر کریں گے۔ اور یہ جدائی دونوں کے لئے دکھ کا موجب ہوگی۔ اور یا ایک دوسرے پر غالب آئیگا۔ اور جدائی تو نہ ہوگی۔ مگر ایک یا دونوں ہر وقت کڑھتے رہیں گے۔ اور اس طرح ان کی صحت اور ان کے اخلاق پر نہائت برا اثر پڑیگا۔

چنانچہ جن میاں بیوی کے تعلقات خراب ہوتے ہیں۔ اکثر ان کی صحتیں بھی خراب ہوتی ہیں۔ اور چونکہ اس ملک میں عورتوں کے حقوق کی کافی نگہداشت نہیں ہوتی۔ بارہا دیکھا گیا ہے۔ کہ مرد تو اپنے اقتدار کیوجہ سے تھوڑا دکھ پاتا ہے۔ مگر عورت کڑھ کڑھ کر کسی سخت مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور سل یا دق میں گرفتار ہو کر عین جوانی میں اس دنیا سے گذر جاتی ہے۔ مگر عورت تو اپنی کمزوری یا حیا کی وجہ سے اپنے دکھ کو زیادہ محسوس کرتے ہوئے جان دے ہی دیتی ہے۔ مرد بھی کچھ کم سزا نہیں پاتا۔ اور گو اپنے دکھ کے اظہار کے لئے عورت کو ہی تختۂ مشق بناتا ہے۔ مگر اس کے دل پر بھی اداسی اور تنہائی کا جو خوفناک اثر پڑتا رہتا ہے۔ اس سے رفتہ رفتہ اس کے اخلاق کا بھی ستیاناس ہو جاتا ہے۔ اور اس کی صحت بھی جلد ہی جواب دے دیتی ہے۔

میاں بیوی کا ایک دوسرے کو ناپسند کرنا یا ایک دوسرے کے افعال سے ناخوش ہونا ایک جہنم ہے۔ دنیا کا کوئی دکھ اس کے مشابہ نہیں ہو سکتا ہر ایک عذاب کی تکلیف کو دور کرنے کے لئے دل بہلاؤ کا سامان موجود ہے۔ مگر اس غم کو مٹانے کا کوئی سامان نہیں۔ مگر ایک سامان جو نظر آتا ہے خالق نے کیا ہے اور وہ یہ ہے۔

عسیٰ ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ قریب ہے۔ کہ تم ایک چیز کو برا اور ناپسند جانو۔ لیکن خدا تعالیٰ اس میں خیر کثیر ڈالدے میاں بیوی کے کڑھنے کی وجہ تو یہی ہو سکتی ہے۔ کہ انہیں وہ افعال جو میاں یا بیوی سے سرزد ہوتے ہیں۔ ناپسند ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ناپسند ہیں تو ہوا کریں۔ تم سے ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ اگر تم ہماری خاطر آپس میں نیک سلوک کرو۔ اگر ایک دوسرے کی غلطیوں سے چشم پوشی کرو۔ اگر ایک دوسرے کے عیب کی پردہ پوشی کرو۔ اگر ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ تو ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ تمہارے دکھ کو چین سے اور غم کو خوشی اور رنج کو فرحت سے اور درد کو آرام سے اور مصیبت کو انعام سے اور شر کو خیر سے بدل دیں گے۔

جس خیر کو اللہ تعالیٰ کثیر کہتا ہے۔ اس کی انتہا کو کون پہنچ سکتا ہے۔ واقعہ میں اگر انسان اس بات پر غور کرے۔ کہ میں نے ساری عمر فلاں شخص سے ملکر رہنا ہے۔ تو اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ صبر سے کام لے۔ ایک دن کا دکھ ہو تو برداشت ہو جائیگے۔ دو دن کا دکھ ہو۔ تو برداشت ہو جائیگے۔ یہ رات دن کا دکھ کیونکر برداشت ہو سکے پس جب اس دکھ سے چھٹکارا نہیں۔ تو کیوں وہ صورت اختیار نہ کرے جس سے یہ دکھ کم ہو۔

دکھ بھی اسیقدر محسوس ہوتے ہیں۔ جتنا انہیں کوئی محسوس کرے اگر انسان سمجھ لے۔ کہ اس مصیبت سے میرا چھٹکارا تو ہونا نہیں۔ چلو راضی بقضا ہو کر رہو۔ تو دکھ کا اثر بہت کچھ کم ہو سکتا ہے۔ پس اگر میاں بیوی اپنی ناپسندیدہ باتوں پر کڑھنا اور جلنا اسی وجہ سے چھوڑ دیں۔ کہ جب یہ آفت پڑ گئی ہے۔ تو اسے کسی طرح برداشت کرنا چاہیئے۔ اور کوشش کر کے اس پر زیادہ غور کرنا چھوڑ دیں۔ اور احساس کو ذرا کم کریں تو خود بخود مصیبت ہلکی ہو جائیگی اور اگر کوشش کر کے ایکدوسرے کو خوش کرنا چاہیں۔ اور ایک دوسرے کے عیب کو معاف کرنے کی عادت ڈالیں تو تھوڑے ہی دنوں میں مساوات سی ہو جائیگی اور برداشت کی عادت پیدا ہو جائیگی۔ اور جو خدا تعالیٰ کا وعدہ خیر کثیر کا ہے میاں بیوی اس کے مستحق ہو جائیں غرضکہ میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہونا چاہیئے کہ وہ دوسرے کی نسبت زیادہ ایک دوسرے کی غلطیوں سے چشم پوشی کریں۔

کس میں ہوں؟

ایک مدت کے بعد دل میں جوش اٹھا۔ اور کچھ شعر موزون ہو گئے۔ ورنہ طبیعت ایک عرصہ سے شعر کہنے سے متنفر۔ تکلف سے نفرت کیونکہ جب جوش ہو تبھی شعر کہتا ہوں۔ جو کچھ کہا ہے پیش ہے۔

ملت احمد کے ہمدردوں میں غمخواروں میں ہوں
بیوفاؤں میں نہیں ہوں میں وفاداروں میں ہوں

فخر ہے مجھ کو کہ ہوں میں خدمت سرکار میں
ناز ہے مجھ کو کہ اس کے ناز برداروں میں ہوں

سر میں ہے جوش جنون دل میں بھرا ہے نور و علم
میں دیوانوں میں شامل ہوں نہ ہشیاروں میں ہوں

پوچھتا ہے مجھ سے وہ کیونکر ترا آنا ہوا
کیا کہوں اس سے کہ میں تیرے طلبگاروں میں ہوں

میں نے مانا تو نے لاکھوں نعمتیں کی ہیں عطا
پر میں انکو کیا کروں تیرے طلبگاروں میں ہوں

شاہدوں کی کیا ضرورت ہے کسے انکار ہے
میں تو خود کہتا ہوں مولا میں گنہگاروں میں ہوں

حملہ کرتا ہے اگر دشمن تو کرنے دو اسے
وہ ہے اغیاروں میں اس یار کے یاروں میں ہوں

ظلمتیں کافور ہو جائینگی اک دن دیکھنا
میں بھی اک نورانی چہرے کے پرستاروں میں ہوں

اہل دنیا کی نظر میں خواب غفلت میں ہوں میں
اہل دل پر جانتے ہیں یہ کہ بیداروں میں ہوں

ہوں تو دیوانہ مگر بہتوں سے عاقل تر ہوں میں
ہوں تو بیماروں میں لیکن تیرے بیماروں میں ہوں

مدتوں سے مر چکا ہوتا غم و اندوہ سے
گر نہ یہ معلوم ہوتا میں تیرے پیاروں میں ہوں

جا تما ہے کیچ تیرا وار پڑتا ہے عدو
کیا تجھے معلوم ہے کس کے جگر پاروں میں ہوں

ساری دنیا چھوڑ دے پر میں نہ چھوڑونگا تجھے
درد کہتا ہے کہ میں تیرے وفاداروں میں ہوں

ہو رہا ہوں مست دید چشم مست یار میں
لوگ سمجھے بیٹھے ہیں میخواروں میں ہوں

عشق میں کھو گئے ہوش و حواس و فکر و عقل
اب سوال دید جائز ہے کہ ناداروں میں ہوں

گو مرا دل مخزن تیر نگاہ یار ہے
پر یہ کیا کم ہے کہ اس کے تیر برداروں میں ہوں۔

اظہار صداقت

ذیل میں میں ایک خط درج کرتا ہوں - جو ایک دوست نے میرے نام ارسال کیا ہے - میں اس دوست کا نام ظاہر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ شائد اسے اپنے نام کا ظاہر کرنا منظور نہ ہو - اگرچہ یہ دوست مجھ سے اس خط کا جواب اخبار کے ذریعہ طلب کرتا ہے مگر پھر بھی آں مکرم کی تحریر سے یہ معلوم نہیں ہوتا - کہ ان کا نام بھی ظاہر کیا جائے - مضمون خط حسب ذیل ہے -

کھلا خط بنام مرزا محمود احمد صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور امیدوار خلافت -

جناب من السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ -

میں عرصہ سے آپ کی تحریرات کو دیکھتا آیا ہوں مجھے نہایت افسوس ہے - کہ آپ کی تحریرات میں روز بروز دق عظیم ہوتا جاتا ہے - بعد وفات حضرت مسیح المتقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام تمنائے خلافت آپ کو بہت بیچین کئے ہوئے ہے - مگر جناب والا! معاف فرمائیے - آپنے حصول خلافت کے لئے جو ذریعہ اختیار کیا ہے وہ ہرگز اچھا نہیں کہا جا سکتا ہے - بلکہ اس ذریعہ کے عمل میں لانے سے آپ جماعت میں تفرقہ عظیم پھیلا رہے ہیں مگر یہ نئی بات نہیں ہے - بعد وفات حضرت رسول کریم جناب علیؓ کو باوجود زہد و تقویٰ اکثر تمنائے خلافت پریشان بنائے رکھتی تھی - آپ نے اپنے طرز عمل سے ثابت کر دیا - کہ واقعی جناب مسیح موعودؑ بروز محمدؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے -

آپ کو خاندان رسالت میں ہونیکا دعویٰ ہے - اور میں مانتا ہوں کہ بیشک آپ ہیں - مگر اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہئے - کہ آپ تفرقہ ڈال کر اپنا کام نکالیں -

چاہے آپ ناراض ہی ہو جائیں مگر میں یہ ضرور کہوں گا - کہ خواجہ کمال الدین صاحب بازی لے گئے - اور ممکن ہے کہ آپ جناب خلیفۃ المسیح کو دبا کر اب یہ کہلوائیں کہ انھوں نے ان کے لئے جو الفاظ درس میں نہیں کہے مگر اب میں ضرور کہونگا - چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت کمال دین بودے اور آپ خدا کی اور فرشتوں کی زبان نہیں رد کر سکتے - کیا آپ چاہتے ہیں کہ جس شخص کو خدا نے جانشینی احمدؑ کے لئے چنا ہے - اس کو دنیا والوں کی نگاہ سے گرا دیں - یاد رکھئے - کہ آپ ہرگز ہرگز ایسا نہیں کر سکتے -

چراغے را کہ ایزد برفروزد + کسے کو تف زند ریشش بسوزد

آپنے اور آپکے نواحقین مثلاً اکمل - بیکرٹ دہلوی وغیرہ وغیرہ نے خوب خوب یہ چاہا - کہ اس مقدس وجود کے لئے دنیا میں اور جماعت میں غلط فہمیاں پھیلائیں - مگر کیا آپ نے اس کو بگاڑ لیا -

آپ خاندان مسیح موعودؑ میں سے ہیں - آپ کو چاہئے تھا - کہ جو باغ آپ کے والد ماجد نے لگایا ہے - اس کی پرداخت کرتے - اور گلزار کرنے کی کوشش کرتے **مگر آپ نے افسوس ایسا نہیں کیا - اس سے جناب مسیح موعود کا شیل توخ ہونا بھی یقین ہو گیا -**

میں اپنے خط کو طول دینا نہیں چاہتا - میں صرف چند امور لکھ کر اسے تمام کرتا ہوں -

اول - آپ جماعت احمدیہ میں تفرقہ نہ پھیلائیں - اپنے چلے چاپڑوں کو منع کریں - کہ وہ بھی تفرقہ نہ پھیلائیں - (۲) خواجہ کمال الدین صاحب کامیاب ہو گیا - اور اب آپ کا حسد اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا - اس کی مخالفت سے باز آؤ - اس کی مخالفت مسیح موعود کی مخالفت ہے - اس کی مخالفت اسلام کی مخالفت ہے (۳) تمنائے خلافت چھوڑ دیجئے - ابھی آپ طفل مکتب ہیں - یہ بار عظیم ہے اس کے اٹھانے کے آپ ہرگز اہل نہیں ہیں - آپ سے ہزار درجہ افضل تو میں ہوں - اگر آپنے دعوےٰ کیا ہے تو مجبوراً میں بھی ایسا ہی کروں گا - (۴) آپ کو قسم ہے خدا پاک کی - کہ آپ بذریعہ اخبارات اپنی پوزیشن صاف کریں اور جو جو الزامات میں نے لگائے ہیں - ان کی تردید کریں - اگر آپ نے قسم شرعی کھائی تو میں اپنا دعویٰ اٹھا لوں گا - اور آپ سے معافی کا خواستگار رہوں گا - اگر ایسا آپنے نہ کیا - تو یاد رکھئے - کہ آپ خدا کے یہاں جوابدہ ہوں گے +

مجھے آپ کے خط کو پڑھ کر جو صدمہ ہوا - اسے تو خدا ہی جانتا ہے - لیکن وہ صدمہ کوئی نیا نہ تھا - اس میں کوئی شک نہیں کہ میں اس قسم کے الزامات لگائے جانیکا عادی ہوں - اور جب سے ہوش سنبھالا ہے - غیروں کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ اپنے دوستوں ہی کے ہاتھوں سے وہ کچھ دیکھا - اور ان کی زبانوں سے وہ کچھ سنا - کہ

دوستوں سے اس قدر صدمے اٹھائے ہم نے ہیں
دل سے دشمن کی عداوت کا گلا جاتا رہا

میں ایک گنہگار انسان ہوں - اور مجھے پاک و مطہر ہونیکا دعویٰ نہیں - ہر روز مجھ سے غلطیاں ہوتی ہیں - اور کون ہے جس سے غلطیاں سرزد نہ ہوتی ہوں - لیکن باوجود اس کے جو گناہ سرزد نہ ہو - اس کی طرف منسوب ہونے پر دل گھبراتا ضرور ہے - جو حملے آں مکرم نے کئے ہیں - ان کا کوئی ثبوت بھی دیتے تو شاید ان کے جواب دینے کے قابل ہوتا - لیکن وہ کہتے ہیں - کہ تم نے یوں کیا یوں کیا - اس کا جواب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے - کہ میں نے یوں نہیں کیا - اور آپنے حرف بدظنی سے کام لیا ہے - اور اعتراض کرنے میں جلدی کی ہے -

اگر یہ خط اکیلا آتا اور اس کے سوا اور میں کوئی آواز نہ سنتا - تو میں بالکل خاموش رہتا - لیکن آج پانچسال کے قریب عرصہ ہوگیا کہ آیا ہے - کہ اس قسم کے اعتراضات میں سنتا آرہا ہوں - لیکن پہلے تو افواہاً ان اعتراض کا علم ہوتا تھا - اور اب کچھ مدت سے تحریراً بھی یہ الزامات مجھ پر قائم کئے جانے لگے ہیں - اور صرف مجھی تک بس نہیں - بلکہ ٹریکٹوں کے ذریعہ یہ خیال تمام جماعت احمدیہ میں پھیلانے کی کوشش کی گئی ہے - چنانچہ جن دوستوں تک اظہار حق نامی ٹریکٹ جو لاہور سے کسی گمنام صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے - پہنچا ہے اور اکثر پہنچا ہوگا - کیونکہ وہ پنجاب و ہندوستان میں بکثرت شائع کیا گیا ہے - ان کو علم ہوگیا ہوگا کہ اب یہ معاملہ زبانوں سے گذر کر تحریر تک - اور تحریر سے گذر کر اشاعت تک جا پہنچا ہے - اس لئے ضرورت ہے کہ مجملاً اس کے متعلق کچھ لکھا جائے -

میں حیران ہوں - کہ اس معاملہ پر کچھ لکھوں - تو کیا لکھوں - آخر وہ کون سے دلائل ہیں - جنکو توڑوں - جب سب معاملہ کی بنا ہی بدظنی پر ہے - تو میں بدظنی میں دلائل کیا دوں - عقلی مسئلہ ہو - تو اسکا جواب دلائل عقلیہ سے دیا جائے - لیکن جب یہ معاملہ ہی رویت و سماعت کا ہے - تو جبتک میری تحریر یا تقریر سے یہ الزامات مجھ پر ثابت نہ کئے جائیں - اسوقت تک میں ان الزامات کا کیا جواب دے سکتا ہوں -

جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے - میں جواب دینے سے مجبور ہوں - اور موجودہ صورت میں اور کیا کہہ سکتا ہوں - سوائے اس کے کہ یہ کہوں کہ خدا تعالیٰ شاہد ہے - اور میں اس کو حاضر ناظر جان کر اسی کی قسم کھا کر کہتا ہوں - کہ میں نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی - کہ میں خلیفہ ہو جاؤں - نہ یہ کہ کوشش نہیں کی - بلکہ کوشش کرنیکا خیال بھی میرے دل میں نہیں آیا - اور نہ میں نے کبھی یہ امید ظاہر کی - اور نہ میرے دل نے کبھی خواہش کی - اور جن لوگوں نے میری نسبت یہ خیال پھیلایا ہے - انہوں نے میرا خون کیا ہے - وہ میرے قاتل ہیں اور خدا کے حضور وہ ان الزامات کے جوابدہ ہونگے -

جب حضرت صاحب فوت ہوئے ہیں - اسوقت میری عمر انیس (۱۹) سال کی تھی - اور ہندوستان میں انیس (۱۹) سال کی عمر میں ابھی کھیلنے کودنے کے ہی دن سمجھے جاتے ہیں - میں ابھی میری عمر بچپن کی حالت سے زیادہ نہیں ہوئی تھی جب سے میں نے یہ جھوٹ بولا جاتے ہوئے سنا - میرے اس دوست نے جس نے مجھے خط لکھا ہے آج یہ اعتراض کیا ہے - مگر یہ اعتراض بہت پرانا ہے اور اسوقت سے میں اس کو سنتا آرہا ہوں - جب کہ میں ابھی اس کی اہمیت کو بھی نہیں سمجھ سکتا تھا - جسوقت خلافت کا جھگڑا ہوا ہے - اسوقت میرے کانوں میں یہ آوازیں پڑی تھیں - کہ بعض نوجوان خلیفہ بننے کی خواہش میں یہ شورش بپا کر رہے ہیں - میرے کان اس بات کو سنتے تھے - مگر میرا دماغ ان کے معنوں کو نہیں سمجھ سکتا تھا - کیونکہ میرا دل پاک تھا - اور بالکل بے لوث تھا - اور اس پہ ہوا و ہوس کے غبار نے کوئی اثر نہ کیا تھا - میں نے معلوم کیا کہ ان انگلیوں کا اشارہ میری طرف ہے - اور ان اقوال کا مخاطب میں ہوں - میری اسوقت کیا عمر تھی - اور ایسے وقت میں میرے دل پر کیا صدمات گذر رہے تھے

بے خبر ہی جاتا ہے۔ میرا کوئی دوست نہ تھا جس سے میں اس دکھ کا اظہار کر سکوں۔ کیونکہ میری طبیعت بچپن سے ہی اپنے دکھ لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے رکتی ہے۔ میرے دل پر وہ اقوال خنجر اور تلوار کی طرح سے بڑھکر پڑتے تھے۔ اور میرے جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے تھے۔ مگر خدا کے سوا کسی سے اپنے درد دل کا اظہار نہ کرتا تھا۔ اور اگر کرتا تو لوگ مجھے کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے۔ میں نے ان لوگوں کے بغض سے جنہوں نے یہ باتیں میرے حق میں کہیں ہمیشہ اپنے آپ کو بچائے رکھا۔ اور اپنے دل کو میلا نہ ہونے دیا۔ لیکن (ع) مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

میں سمجھتا تھا۔ کہ چند دن کا فتنہ ہے۔ جو خود بخود دور ہو جائیگا۔ مگر اس فتنہ نے اپنی لمبائی میں شب ہجر کو بھی مات کر دیا۔ اور گھٹنے کی بجائے اور بڑھا۔ میں نے کبھی معلوم نہیں کیا۔ کہ میرا کیا قصور تھا۔ سوائے اس کے کہ میں مسیح موعود کا بیٹا تھا۔ کیونکہ اور بہت سے لوگ موجود ہیں۔ جن پر یہ الزام نہیں لگائے گئے۔ اور لاکھوں احمدیوں کے سر پر یہ بوجھ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ قصور میرا نہیں۔ اس کی نسبت خدا سے سوال کرو۔ اگر یہ کوئی قصور تھا تو اس کا فاعل خدا ہے۔ نہیں میں خود مسیح موعود کے ہاں پیدا نہیں ہوا۔ مجھے میرے مولا نے جہاں بھیجا۔ میں آگیا۔ پس خدا کے لئے مجھے اس فعل پر دکھ نہ دو۔ اس واقعہ کی بنا پر مجھے مت ستاؤ۔ جو میرے اختیار سے باہر ہے۔ جس میں میرا کوئی دخل نہیں۔

غرضکہ ان مشکلات میں اپنے مولا کے سوا میں نے کسی پر توکل نہیں کیا اور اپنے دل کے دکھوں پر اس کے سوا کسی کو آگاہ نہیں کیا۔ اور گو میرا دل ایک پھوڑے کیطرح بھرا ہوا تھا۔ مگر سوائے کبھی کبھی اپنی نظموں میں بے اختیار ہوکر اشارۃً اپنے دکھ کے اظہار کے کبھی اپنے دکھ کا اظہار نہیں کیا۔

مجھے ہمیشہ تعجب آتا رہا ہے۔ کہ لوگ اسقدر بدظنیوں سے کیوں کام لیتے ہیں۔ مجھ سے تو اس معاملہ پر اگر کسی دوست نے گفتگو کرنی چاہی۔ تو ہمیشہ میں نے یہی کہکر ٹال دیا۔ کہ کیا یہ لوگ جانتے ہیں۔ کہ میں کب تک زندہ رہونگا مگر افسوس کہ ظلم میں کمی ہونے کی بجائے وہ اور ترقی کرتا گیا۔ حتیٰ کہ اب وہ اپنے کمال پر پہنچ گیا ہے۔ اور خدا چاہے تو شاید وقت آگیا ہے کہ اب وہ پھر زوال کی طرف رخ کرلے۔ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا۔ کہ شاید اس شور کا اثر ایک میرے پیارے کے دل پر نہ پڑے۔ تو میں شاید اب بھی جواب کی طرف متوجہ نہ ہوتا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں۔ کہ قوم کو ہلاکت سے بچانے کے لئے کچھ کہنا ضروری ہے۔

میرے باپ پر جسقدر الزام لگائے گئے تھے۔ یہ الزام ان کے عشر عشیر بھی نہیں۔ لیکن وہ خدا کے مامور تھے۔ اور ان سے جو خدا کے وعدے تھے۔ وہ مجھ سے نہیں اس لئے میرا ان پر کڑھنا تعجب کی بات نہیں۔ افسوس میں نے اپنے دوستوں سے وہ سنا۔ جو یوسف نے اپنے بھائیوں سے نہ سنا تھا۔ میرا دل حسرت و اندوہ کا مخزن ہے اور میں حیران ہوں کہ میں کیوں اسقدر مورد عتاب ہوں۔ سب شکوے بھی ہوتے ہیں جو غم و راحت میں

اپنی عمر گذارتے ہیں۔ مگر یہاں تو

چھاتی قفس میں داغ سے اپنی ہے رشک باغ
جوش بہار تھا۔ کہ ہم آگئے اسیر ہو

اگر میں تبلیغ دین کے لئے کبھی باہر نکلتا ہوں۔ تو کہا جاتا ہے۔ کہ لوگوں کو پھسلانے کے لئے اپنی شہرت کے لئے اپنا اثر اور رسوخ پیدا کرنے کے لئے اپنی حمائتیں بنانے کے لئے نکلتا ہے۔ اور اس کا باہر نکلنا اپنی نفسانی اغراض کے لئے ہے۔ اور اگر میں اس اعتراض کو دیکھ کر اپنے گھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔ تو یہ الزام دیا جاتا ہے۔ کہ یہ دین کی خدمت میں کوتاہی کرتا ہے اور اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔ اور خالی بیٹھا دین کے کاموں میں رخنہ اندازی کرتا ہے۔ مگر میں کوئی کام اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ تو مجھے سنایا جاتا ہے۔ کہ میں حقوق کو اپنے قبضہ میں کرنا چاہتا ہوں اور قومی کاموں کو اپنے ہاتھوں میں لینا چاہتا ہوں۔ اور اگر میں دل شکستہ ہوکر جدائی اختیار کرتا ہوں۔ اور علیحدگی میں اپنی سلامتی دیکھتا ہوں۔ تو یہ تہمت لگائی جاتی ہے۔ کہ یہ قومی درد سے بے خبر ہے۔ اور جماعت کے کاموں میں حصہ لینے کی بجائے اپنے اوقات کو رائگاں گنواتا ہے۔ مگر مجھے جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ میں عام انسانوں سے زیادہ کام کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ اپنی صحت کا بھی خیال نہیں رکھتا۔ مگر اسے جانے دو۔ مجھے تم خود ہی بتاؤ۔ کہ وہ کونسا تیسرا راستہ ہے۔ جسے میں اختیار کروں۔ خدا کے لئے مجھے اس طریق سے آگاہی دو جس پر ان دونوں راستوں کو چھوڑ کر میں قدم زن ہو۔ للہ مجھے وہ سبیل بتاؤ۔ جسے میں اختیار کروں۔ آخر میں انسان ہوں۔ خدا کے پیدا کئے ہوئے دو راستوں کے علاوہ تیسرا راستہ میں کہاں سے لاؤں۔

صبح شام رات دن اٹھتے بیٹھتے یہ باتیں سن سن کر میں تھک گیا ہوں۔ زمین باوجود فراخی کے مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ اور آسمان باوجود رفعت کے میرے لئے قیدخانہ کا کام دے رہا ہے۔ اور میری وہی حالت ہے۔ کہ حتیٰ

حتّٰی ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ۔

افسوس کہ میرے بھائی مجھ پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور میرے بزرگ مجھ پر بدظنی کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دنیا میں ڈیڑھ ارب آدمی بستا ہے مگر مجھے تو سوائے خدا کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ لوگ اس دنیا میں تنہا آتے اور یہاں سے تنہا جاتے ہیں مگر میں تو تنہا آیا اور تنہا رہا۔ اور تنہا جاؤں گا۔ یہ زمین میرے لئے ویران جنگل ہے۔ اور یہ بستیاں اور شہر میرے لئے قبرستان کی طرح خموش ہیں۔ میرے دوست مجھے اسوقت معاف فرمائیں۔ میں ان کی محبت کا شکرگذار ہوں۔ لیکن میں کیا کروں کہ جہاں میں ہوں وہاں وہ نہیں ہیں۔ میں ان مہربانوں کے مقابلہ میں جو مجھے آتے دن ستاتے رہتے ہیں۔ ان کی محبت کی قدر کرتا ہوں۔ ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اپنے رب سے ان پر فضل کرنے کی درخواست کرتا ہوں لیکن باوجود اس کے میں تنہا ہوں۔ میری مثال ایک طوطے کی ہے جس کا آقا اس پر مہربان ہے۔ اور عشق نہائیت محبت کرتا ہے۔ اور وہ طوطا بھی

اس کے پیار کے بدلہ میں اس سے انس رکھتا۔ اور اس کی جدائی کو ناپسند کرتا ہے۔ مگر پھر بھی اسکا دل کہیں اور ہے۔ اس کے خیال کہیں اور ہیں۔

میرے آقا کا دلبند میرا مطاع امام حسین تو ایک دفعہ کربلا کے ابتلا میں مبتلا ہوا۔ لیکن میں تو اپنے والد کی طرح یہی کہتا ہوں۔ کہ

کربلا ہیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

اے نادانو! کیا تم اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ اگر میرا خدا مجھے بڑا بنانا چاہے تو تم میں سے کون ہے۔ جو اس کے فضل کو رد کر سکے۔ اور کون ہے جو میرے مولا کا ہاتھ پکڑ سکے۔ وان یردک بخیر فلا راد لفضلہ یصیب بہ من یشاء من عبادہ وھو الغفور الرحیم اور اگر وہ مجھے عزت دینا چاہے۔ تو کون ہے جو مجھے ذلیل کر سکے۔ اور اگر وہ مجھے بڑھانا چاہے۔ تو کون ہے جو مجھے گھٹا سکے اور اگر وہ مجھے اونچا کرنا چاہے۔ تو کون ہے جو مجھے نیچا کر سکے۔ اور اگر وہ مجھے اپنا قرب عطا کرنا چاہے۔ تو کون ہے جو مجھے اس سے بعید کر سکے۔ اور اگر وہ مجھے اپنے پاس بٹھائے۔ تو کون ہے۔ جو مجھے اس سے دور کر دے۔ پس اپنے آپ کو خدا مت قرار دو۔ کہ عزت دینا اور ذلیل کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ نہ کہ تمہارے

من کان یرید العزۃ فللہ العزۃ جمیعاً۔

کسی انسان کی زندگی کا بھی اعتبار نہیں ہوتا مگر میں تو خصوصاً بیمار رہتا ہوں۔ اور ہر چوتھے پانچویں دن مجھے حرارت ہو جاتی ہے۔ اور سخت سر درد کا دورہ ہوتا ہے چنانچہ اسوقت بھی جبکہ میں یہ مضمون لکھ رہا ہوں میرے سر میں درد ہے۔ اور بدن گرم ہے۔ اور صرف خدا ہی کا فضل ہے کہ میں یہ چند سطریں لکھنے کے قابل ہوا ہوں۔ اور علاوہ انہیں مجھے اور بھی کئی بیماریاں ہیں۔ میرا سینہ کمزور ہے۔ میرا جگر بیمار ہے میرا معدہ اچھی طرح غذا ہضم نہیں کر سکتا۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ میں کل تک زندہ رہونگا۔ یا نہیں کیا جانتے ہو۔ کہ نیا سال مجھ پر چڑھے گا۔ یا نہیں۔ تم کیوں خواہ مخواہ یوسف کے بھائیوں کی طرح کہتے ہو کہ یخل لکم وجہ ابیکم میرے تو اپنے پیارے دوسری دنیا میں ہیں۔ میرے لئے تو یہ دنیا خالی ہے۔ میرا محمد اس دنیا میں ہے۔ میرا احمد اسی دنیا میں ہے۔ کیا وہ لوگ زندہ ہے۔ کہ میں رہونگا۔ میرے پاس اعمال کا ذخیرہ نہیں اور میرا ہاتھ خالی ہے۔ لیکن خدا کے فضل سے امید وار ہوں۔ کہ وہ مجھے ان کے خدام میں جگہ دے۔ کیونکہ ان کے قرب کے بغیر جنت بھی میرے لئے بھیانک ہے۔

میں تم سے گھبراتا نہیں۔ میں تمہارے حملوں سے ڈرتا نہیں۔ کیونکہ میرا خدا پر بھروسہ ہے۔ لیکن مجھے اگر غم ہے تو اس بات کا کہ قوم میں فتنہ نہ ہو۔ اور یہی غم میرے دل کو کھائے جاتا ہے۔ مگر مجھے امید ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو بچائیگا اور اسکی مدد کریگا۔ کیونکہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ ایک پودا اپنے ہاتھ سے لگا کر پھر اسے سوکھنے دے۔ ہاں ابتلاء کے ایام ہیں جو گذر جائیں گے۔

وا اسفا علی فراق قوم ھم المصابیح والحصون

ہائے افسوس اس قوم کی جدائی پر جو شمع کیطرح تھے اور قلعوں کی طرح تھے۔

ایام اللہ

قل ارأیتکم ان اتاکم عذاب اللہ بغتۃً او جھرۃً ھل یھلک الا القوم الظالمون

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور مرضی کا ایک مصفا آئینہ ہے قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنی اور اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے تقدس کو بدرجہ اتم ثابت کیا ہے۔ بکثرت آیات قرآن کریم میں موجود ہیں۔ جنکا یہ مضمون ہے۔ کہ جو مصیبت انسان کو پہنچتی ہے وہ انسان کی اپنی کرتوت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر وما انتم بمعجزین فی الارض وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر۔ اور جو تم کو مصیبت پہنچتی ہے۔ وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ حالانکہ بہت سی باتوں سے اللہ تعالیٰ درگذر فرما دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جب سزا دینے پر آوے تو تم اس کو زمین میں عاجز نہیں کر سکتے۔ کہ اس کے آگے چون و چرا کر سکو۔ اور خوب یاد رکھو۔ کہ اللہ کے سوا تمہارے لئے کوئی والی اور مددگار نہیں ہوگا۔ خدا کی قولی کتاب اور فعلی کتاب باہم بڑا انطباق رکھتی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ دونوں خدا کی طرف سے ہیں۔ یہ ایک بڑی بین دلیل ہے کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کا قول ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فعل اس کی ہمیشہ تصدیق کرتا رہتا ہے۔ کیا صفحۂ دنیا پر کوئی ایسی کتاب ہے۔ جس کی صداقت ہر زمانہ میں نئے نئے پیرایوں میں ہوتی رہتی ہے۔ چنانچہ ہم ذیل میں ایک واقعہ جدیدہ درج کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے واقعات ایام اللہ میں داخل ہیں۔ اور ان کے یاد رکھنے سے خدا تعالیٰ کی عظمت کا سکہ دل پر بیٹھ جاتا ہے۔ وذکرھم بایام اللہ ان فی ذالک لآیات لکل صبار شکور۔ لوگوں کو ہمیشہ یاد دلاتے رہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کس طرح انعام دیا کرتا ہے۔ اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں کو اس کے غضب کی آگ کس طرح بھسم کر جایا کرتی ہے۔ نبئ عبادی انی انا الغفور الرحیم وان عذابی ھو العذاب الالیم۔ میرے بندوں کو اچھی طرح خبر دیدو۔ کہ میں بڑا بخشنہار مہربان ہوں۔ اور میرا عذاب بڑا دردناک عذاب ہوا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے دلائل ہمیشہ ہویدا ہوتے رہتے ہیں۔ مگر لوگ غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔ ان پر غور و خوض کرنیکا انہیں موقعہ نہیں ملتا۔ وکاین من ایۃ فی السموات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ اور کتنے نشانات آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ لوگ ان کے پاس سے گذر جاتے ہیں۔ اور وہ ان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ان سے اعراض کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

گذشتہ [illegible] کو سوتھ ویلز میں یونیورسل کولیری کی کان میں ایک حادثہ ہائلہ وقوع پذیر ہوا۔ تمام کانوں سے بڑھ کر وہاں احتیاط برتی گئی ہے۔ اور مزدوروں کی جان بچانے کے لحاظ سے زر وغیرہ اس کان کو محفوظ بنانے میں بہت خرچ کیا گیا ہے۔ اور ابھی تک کوئی وجہ نہیں ملی۔ کہ کیوں یہ حادثہ عظیم برپا ہوا۔ اور وہاں کے مزدور قسمیں کھاتے ہیں۔ کہ اس کان میں اخطار سے بچنے کے لئے بہت سعی کی گئی تھی۔ اور یہ جو کچھ ہوا ہے۔ خدا ہی کی طرف سے تھا۔ چنانچہ ٹائمز کے نامہ نگار کے بعینہ الفاظ میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ جیسا کہ کرنل بیرسن نے مجھے خوب وضاحت سے بتایا۔ کہ کوئی وجہ اس کی معلوم نہیں ہوتی۔ ہر فرد و بشر کے لئے یہ ایک راز بستہ کی طرح ہے۔ یہ کان متوسط کانوں سے بڑھ کر گیس والی نہیں ہے۔ جیسا کہ لارڈ مرتھر نے مجھے کہا۔ کہ جہاں تک طاقت ہے۔ اس کان کو محفوظ کرنے کے لئے بالکل روپیہ کا دریغ نہیں کیا گیا۔ اس کان کے نام سے لوگ قسمیں کھاتے ہیں۔ میری بہت سے لوگوں کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے سب نے باتفاق اسبات پر اصرار کیا۔ کہ اس کا انتظام سب کانوں میں اعلیٰ تھا۔ اور اس کا وینٹی لیشن تمام کانوں میں بہترین تھا تمام لوگوں کی یہ رائے ہے کہ واقعی یہ ایک خدائی فعل ہے۔ مادہ پرست انگلستان کو چاہیئے کہ وہ اس خدائی فعل سے فائدہ اٹھائیں اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں۔ اور صرف مادہ پرستی ہی میں اپنی زندگی وقف نہ کر دیں معدنی واقعات میں یہ واقعہ نادرہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ زندگی کا اتنا نقصان دنیا بھر میں کسی کانی واقعہ میں نہیں ہوا۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

غیر ممالک میں تبلیغ

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے انگلستان اور مصر میں تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ شیخ عبدالرحمن صاحب کا خط آیا جس میں سے کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ احباب مبلغین کے لئے درخواست دعا ہے کہ

مصیبت اب یہ آن پڑی ہے۔ کہ انگریزی پڑھنے کے بغیر یہاں ملازمت بھی نہیں مل سکتی۔ اور یہ ایسی بات ہے۔ جو لازمی طور پر عربی سے ان کی توجہ کو ہٹائیگی۔ کیونکہ آجکل عام طور پر تعلیم کی غرض صرف اعلیٰ ملازمت کا حاصل کرنا ہی سمجھی گئی ہے۔ میں ان لوگوں کو دیکھ کر حیران ہو جاتا ہوں جنکو عربی زبان نہیں آتی۔ اور نہ ہی کوئی دینی کتب انھوں نے دیکھی ہوئی ہیں۔ مگر اس طرف ان کو خیال تک بھی نہیں آتا۔ لیکن انگریزی پڑھنے کے اسقدر مشتاق ہیں جس کی حد ہی نہیں۔ یہاں تک کہ بعض بوڑھے دکان داروں کو دیکھا گیا ہے۔ کہ ہماری منتیں کرتے پھرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ انگریزی بول کر ہمیں سکھا دو۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ تم کو قرآن شریف کے پڑھنے کا اور اپنی زبان کے سیکھنے کا تو شوق نہیں۔ انگریزی کا کیوں اس قدر شوق ہے۔ حالانکہ تمہیں یہ اب کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ کہتے ہیں۔ کہ نہیں ضرور سیکھنی ہے۔ کیونکہ انگریز حاکم ہیں۔ چونکہ انگریزی زبان کی طرف بہت میلان طبع ہے۔ بعض دل سے نفرت بھی رکھتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں۔ مجبور ہیں۔ ملازمت نہیں مل سکتی۔ جس محلہ میں جاتے ہیں۔ شاہ صاحب سے انگریزی سن کر کئی آدمی انگریزی پڑھنے والے تیار ہو جاتے ہیں۔ یہاں کے لوگ انگریزی میں ابھی بہت کمزور ہیں شاہ صاحب کی انگریزی سن کر حیران رہ جاتے ہیں۔ خدا کے فضل سے شاہ صاحب کو انگریزی آتی بھی اچھی ہے۔ استاد کے لڑکے کو شیکسپیئر کا ڈرامہ پڑھاتے ہیں۔

دوسرا نقص یہ بھی ہے کہ زبان کو بہت ادھورا یعنی پڑھایا جاتا ہے۔ چنانچہ بہت سے لڑکے صرف چار سال تک یعنی پرائمری پاس کر کے ملازمت حاصل کر لیتے ہیں۔ اور جو اوپر چڑھے۔ تو حد آٹھ سال تک پڑھ کر ختم کر دیتے ہیں۔ اب اس عرصہ میں جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ لوگ ہرگز زبان کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تمام مضامین کو تیار کرنا ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ یہاں کثرت سے لوگ ہیں بلکہ تقریباً تمام پڑھے لکھے ہوئے بول اور لکھ سکتے ہیں۔ کیونکہ ان کی مادری زبان ہے۔ مگر زبان کی اصل حقیقت سے واقفیت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ کورس صرف اس حد تک تیار کر سکتے ہیں کہ انسان عربی زبان بول لکھ سکے۔ مثلاً دروس چہارم حصہ تک ہی پڑھائی جاتی ہے۔ اسی طرح ادب کی کتب بھی جدید طرز کی ہیں۔ گو کتب عمدہ ہیں۔ اور ادب میں اچھی لیاقت پیدا کر دیتی ہیں۔ مگر دینی امور میں بہت مضر ہیں۔ کسی مدرسے میں کوئی دینی کتاب نہیں پڑھائی جاتی۔ اب لڑکے مدرسہ سے نکل کر اول تو کوئی توجہ کرتا ہی نہیں۔ اگر کوئی کرے بھی تو وہ قرآن شریف کو اس معمولی قواعد کے نیچے لانا چاہتا ہے۔ جس کے خلاف بات کر وہ اعتقاد سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی مثال کے لئے میں ایک ایسے آدمی کا ذکر کرتا ہوں۔ جس کا ذکر میں نے پیچھے کیا ہے۔ یہ آدمی جیسا کہ میں نے لکھا ہے بہت لکھنے والا ہے۔ اور کسی مدرسہ کا عربی مدرس بھی ہے۔ مگر برائے نام مسلمان اور اعتقاداً دہریہ ہے۔ ہم نے رات اس سے پوچھا کہ تم سب سے بڑی وجہ بیان کرو جس نے تم کو دہریہ بنایا ہے۔ کہنے لگا۔ وہ خدا جو مذہب نے پیش کیا ہے۔ وہ اس قابل نہیں۔ کہ اس کو مانا جاوے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ متکبر ہے اب متکبر باب تفعل ہے۔ اور ہماری عربی زبان میں اس کو بولتے ہیں جس میں واقعی کبر نہ ہو۔ مگر کبر کا مدعی ہو۔ شاہ صاحب نے اس کو جواب دیا۔ کہ انسانوں کی طرح اس کو کیوں قیاس کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف نے خود اپنے سمجھانے کے لئے یہ اصول پیش کیا ہے۔ کہ لیس کمثلہ شیءٌ وللہ الاسماء الحسنی۔ اور دوسرے آپ کی نحو صرف کیا خدا کو بند کر سکتی ہے۔ تو کہنے لگا۔ کہ خدا کو چاہئے تھا کہ پہلے ایک نحو صرف ہم کو سکھاتا۔ پھر اس کے مطابق کلام کرتا۔ اور دوسرے میں عرب ہوں۔ عربی استاد ہوں۔ میری بات حجت ہے۔ اب جبکہ زبان

سلسلہ کے لئے دیکھو صفحہ نمبر ۱۶

خطبۂ جمعہ

اشہدان لاالٰہ الااللّٰہ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشہدان محمداً عبدہٗ ورسول اللّٰہ ۔ امابعد ۔ فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ۔

واذ قتلتم نفساً فادارأتم فیہا واللّٰہ مخرج ماکنتم تکتمون ۔

میں نے بچوں کو کھیلتے دیکھا ہے ۔ اور ان کی کھیلوں پر بڑا غور کیا ہے ۔ بعض بچوں کو بڑی عمدہ چیز منگوا کر دی ۔ وہ پہلے تو اسے اچھی طرح دیکھتا ہے ۔ اور اس سے کھیلتا ہے ۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد اس کو پتھر لے کر اچھی طرح کوٹتا ہے ۔ اور اسے کھول دیتا ہے ۔ پھر اسے دیکھتا ہے ۔ پھر دیکھتا ہے ۔ کہ ابھی اس کا مطلب حل نہیں ہوا ۔ تو اسے پھر پتھر سے کوٹتا ہے ۔ اور اس کا اچھی طرح کچومر نکالتا ہے ۔

میں جب آرہا تھا ۔ تو میرے پاس دو شیشیاں تھیں ۔ جنمیں الگ الگ دوائیں پڑی تھیں ۔ جنکا آپس میں ملانا بالکل ناجائز تھا ۔ میرے بچے نے ان کو لے کر پہلے تو ان کا منہ کھولا ۔ پھر ان کو آپس میں ملانے لگا ۔ میں نے کہا کیا کرتا ہے ۔ مگر وہ کہاں ٹلتے ہیں چاہے چیز بگڑ جاوے انسان یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے ۔ کہ یہ کیا بلا ہے ۔

اسی طرح بعض لوگ کتابیں لکھتے ہیں ۔ پھر ان پر حاشئے چڑہاتے ہیں ۔ پھر ان پر حاشیہ در حاشیہ اور ان کی شرحیں ہوتی ہیں ۔

میری طالب علمی کا زمانہ بڑا دکھ کا زمانہ گذرا ہے ۔ بڑا معرکتہ الآراء مسئلہ کہ بچہ کو کیسی تعلیم دینی چاہئے ۔ اس کا کوئی فکر نہیں ۔ لاہور میں میں نے طلباء کو دیکھا ۔ جن کی عمر ۴۰ سال سے لے کر ۶۰ سال تک کی ہو گئی تھی ۔

ایک ملتانی بوڑھا آدمی مجھے پنجابی سنکر میرے ملنے کو آیا ۔ ان دنوں میں ایک بہت ہی خبیث کتاب ملاحسن پڑھا کرتا تھا ۔ اس سے میں نے دریافت کیا ۔ کہ تم کیا پڑھا کرتے ہو ۔ اس نے کہا قاضی مبارک ۔ جب آیا ۔ تو میرا انشراح صدر ہو گیا ۔ میں نے کہا کہ میں قاضی مبارک خوب جانتا ہوں ۔ اس نے کہا مجھے پڑھا دو ۔ اتفاق سے جس جگہ کو میں نے پڑھایا وہ مجھے خوب آتی تھی ۔ اس کی عمر میرے خیال میں ۷۰ برس کی تھی ۔ میں نے اسے پنجابی میں وہ جگہ پڑھائی ۔ وہ حیران ہو گیا ۔ اور کہنے لگا ۔ کہ آپ تو خوب جانتے ہیں ۔ پھر اس نے کہا ۔ کہ مجھے قاضی پڑھا دو میں نے کہا اس شرط پر کہ پہلے ایک سبق مشکوٰۃ کا پڑھ لیا کرو ۔ اس نے ہاتھ کو کھڑا کر کے دیکھا ۔ اور کہا ۔ کہ ابھی تو مضبوط ہوں ۔ (تم مجھے دیکھتے ہو میں کیسا کمزور ہوں ۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ کمزور تھا) پہلے فلسفہ پڑھ لوں ۔ پھر مشکوٰۃ بھی پڑھ لوں گا ۔ میں نے اس کو پڑھانے سے انکار کر دیا ۔

یہ ایک دکھ ہے جو بڑا ہے ۔ میں نے اس آیت پر غور کیا ہے ۔ و اذ قتلتم نفساً ۔ یہ ایک سیدھی آیت ہے ۔

اس کے معنے ”تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا“ ۔ آدمی کو تو مارا ہی کرتے ہیں ۔ یہ ترجمہ اس کا صحیح نہیں ۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ۔ کہ تم نے ایک جی یا جان کو مارا ۔ پھر اپنے آپ سے ہٹانے لگے ۔ کہ ہم نے نہیں مارا معلوم ہوا ۔ کہ وہ جان ایسی نہ تھی ۔ جسکا وہ بہادری کا کام سمجھ کر اقرار کرتا ۔

کعب بن اشرف مارا گیا ۔ اس کے قاتل کا پتہ پوچھنے پر نبی کریم نے فرمایا ۔ میں نے مارا ہے ۔ ابو رافع مارا گیا ۔ اس کے لئے بھی نبی کریم صلعم نے فرمایا ۔ کہ ہم نے اس کو مارا ہے ۔

کشت و خون جیسا کہ آجکل سرحدیوں ۔ وزیریوں ۔ اور محسودیوں وغیرہ میں ہے ۔ ایسا ہی عرب میں تھا ۔

سب کے نزدیک عورت کا مارنا بہت معیوب ہے ۔ ابو سفیان نے کہا تھا ۔ کہ آپ اس لڑائی میں عورتوں کو بھی مقتول پائیں گے مگر میں نے یہ حکم نہیں دیا ۔

میں ایکدفعہ ایک رئیس کے ساتھ جس کے ساتھ انگریز بھی تھے ۔ سور کے شکار میں گیا ۔ سامنے سے ایک سور آیا ۔ اس کا گھوڑا اس سے ڈر گیا ۔ وہ بھاگ کر گھوڑے کو ایک طرف دور لے گیا ۔ ایک انگریز بھی ان میں تھا ۔ اس نے اس رئیس کو کہا ۔ کہ واہ آپ کا گھوڑا سور سے ڈر گیا ۔ تو اس رئیس نے کہا ۔ کہ آپ نے دیکھا نہیں ۔ میں جھکا تھا ۔ میں نے دیکھا کہ وہ سور کی مادہ سورنی تھی ۔ ہم سپاہی مادہ کو نہیں مارا کرتے ۔ تو اس انگریز نے دوسرے انگریزوں کو کہا ۔ شکر ہے ہم نے اس کو نہیں مارا ۔ ورنہ ہماری تو بدنامی ہوتی ۔

اس آیت میں جس نفس کا ذکر ہے ۔ وہ عورت ہے ۔ مرد کو اگر مارتے ۔ تو کچھ حرج نہ تھا ۔ تحقیقات کرنے پر انہوں نے اس کو ایک دوسرے پر تھوپا ۔ آخر نبی کریم صلعم نے مدینہ کے سارے بدمعاشوں کو جمع کیا اور اس عورت کے آگے سب کو پیش کیا ۔ (وہ بولی تو نہ سکتی تھی مگر قوت ممیزہ اس میں تھی) جب قاتل کو اس کے سامنے لایا گیا ۔ تو اس نے سر سے اشارہ کیا ۔ کہ یہی ہے ۔ اس کو نبی کریم صلعم نے کئی بیچوں سے اس عورت پر پیش کیا ۔ مگر وہ اس کو پہچان لیتی ۔ اس کا ذکر بخاری شریف میں ہے ۔ اس بدمعاش نے اس عورت کا سر دو پتھروں کے درمیان کچل دیا تھا ۔ (کچھ زیور کے سبب سے) واللّٰہ مخرج ماکنتم تکتمون ۔ اللّٰہ اس بات کو نکالنے والا تھا ۔ آخر وہ بات نکل آئی فقلنا اضربوہ ببعضہا تب ہم نے اس قاتل کو مارنے کا حکم دیا ۔ اور یہ اس کے بعض کا بدلہ تھا ۔ اس نے پہلے بھی کئی بدمعاشیاں کیں ۔ اور آگے بھی وہ کرتا اس لئے یہ سزا اس کے بعض کی ہے ۔

اور جگہ فرمایا ۔ ولکم فی القصاص حیوۃ ۔ بدلہ لینے میں تمہارے لئے حیات ہے ۔ بھی کا ... لفظ رکھا ہے ۔ یہ ان کی بے حیائی ہے ۔ کہ انہوں نے عورت کو مارا ۔ عورت کو مارنا کوئی بہادری نہیں ۔

میں اس آیت کو سنا کر افسوس کرتا ہوں ۔ مسلمانوں کو بتلایا ۔ کہ تم ایسا کام نہ کرنا عمداً قتل کرتے ہیں ۔ ڈرتے نہیں ۔ ثم قست قلوبکم تمہارے دل سخت ہو گئے ۔

بعض پتھروں سے نہریں چلتی ہیں ۔ اور ان سے نفع پہونچتا ہے ۔ مگر تم تو ان پتھروں سے بھی بدتر ہو ۔ تم جسقدر ہو ۔ تم میں سے ندیاں اور نہریں جاری ہوتیں ۔ اور کچھ نہیں تو پانی نکلتا ۔ میں تمہارا خیرخواہ ہوں میں نے تمہیں سمندر کے سمندر سنائے مگر تم بھی بہادر ہو ۔ بعض ہیں ۔ کہ ان کے کانوں پر جوں رینگتی ہی نہیں ۔ قست قلوبکم خدا ساری قوم کو برا نہیں کہتا ۔ بعض نیک بھی تو ہوتے ہیں ۔ جو ان منہا لما یہبط من خشیۃ اللّٰہ کے مصداق ہوتے ہیں ۔ منہا میں جو ضمیر ہے ۔ اس میں اختلاف ہے بعض پتھروں کیطرف پھیرتے ہیں ۔ بعض قلوب کی طرف جیسے موسیٰ کو صندوق میں ڈالدو ۔ اور صندوق کو دریا میں ڈالدو ۔ یا موسیٰ کو دریا میں ڈالو ۔ غرض تمام ایسے نہیں ۔ تم میں سے بعض بڑے خیرخواہ اور فرمانبردار بھی ہیں ایک آدمی کو میں نے دعا کرتے سنا ۔ کہ الٰہی میرا وجود تو کوئی نافع نہیں ۔ میری عمر نورالدین کو دیدے ۔ اگر اس کی عمر پوری ہو گئی ہے ۔ کیونکہ یہ مفید انسان ہے ۔ تم میں سے بعض ایسے ہیں ۔ کہ ان کے دل خشک ہیں ۔ وہ خدا کا ڈر نہیں کرتے ۔ جیسے غیر احمدی نہیں مانتے ۔

ان کے پاس قرآن و حدیث کی کتابیں ہیں ۔ وہ ان کو نہیں مانتے تو تمہارا کیوں ماننے لگے ۔

[illegible]

رسول اللّٰہ کا فرضی بت

یہ معلوم کرنا نہائیت افسوسناک ہے ۔ کہ کرسٹل پیلس میں اینگلو جرمن نمائش کے موقعہ پر رسول اللّٰہ کا فرضی بت سینہ تک بنا ہوا رکھا گیا ۔ جس کا باقی تمام سر گھٹا ہوا ۔ اور اوپر ایک مدراسی براہمن کی طرح بڑی بھاری بالوں کی چوٹی لٹک رہی تھی ۔ اور اس کے اوپر لکھا تھا ۔ محمد پیغمبر اسلام کا بت جو فلاں اطالوی بت ساز نے بہت عمدہ بنایا ۔

یہ واقعہ جسقدر رنج و افسوس دلانے والا ہے ۔ وہ ظاہر ہے ۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو سکتا ہے ۔ کہ جب رسول اللّٰہ صلعم کے حلیوں کی موجودگی میں یوروپ اس غلطی میں مبتلا ہے ۔ تو پھر آپ کی تعلیم کی نسبت کب انہوں نے کچھ غور کیا ہو گا ۔ کیا ہمارا فرض نہیں ۔ کہ ولائیت میں اشاعت اسلام کے ذرائع پر غور کریں ۔ اور اس پاک نبی کی پاک تعلیم پھیلانے اور اس کی اصل تصویر دکھلانے میں اپنے اموال نثار کر دیں ۔ اللّٰہ توفیق بخشے ۔

(بقیہ از صفحہ ۱۵ اور سلسلے کے لئے دیکھو ۱۴ صفحہ)

میں متکبر کے یہی معنی ہیں۔ تو ہم کیا کریں۔ ہم زبان سے باہر ہرگز نہیں جاسکے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک ایسی مثال بیکر دل میں ڈالی جس کی وہ کوئی بھی تاویل نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے کہا۔ کہ اول تو آپکا کلام کوئی حجت نہیں۔ زبان موجود ہے۔ موجود ہے۔ آؤ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اس میں کیا معنی لکھے ہیں۔ آپ نے یہ بالکل غلط کہا ہے۔ کہ تفعل صرف انہی معنوں کے لئے آتا ہے۔ چنانچہ "متکلم" بھی باب تفعل ہے۔ تو کیا اب میں واقعی نہیں بول رہا۔ حرف بولنے کا اظہار کر رہا ہوں۔ جس پر وہ حیران سا ہو گیا۔ اسی طرح اس نے اور لفظ بھی پیش کئے جبار وغیرہ میں نے کہا۔ کہ جبار بھی جبر سے نکلا ہے۔ اور جبر ہڈی کے ٹوٹنے پر اس کی اصلاح کو کہتے ہیں۔ تو معنی مصلح ہوئے خیر پھر وہ ادہر سے ہٹ کر کہنے لگا۔ کہ صرف یہی تو ایک وجہ نہیں۔ کئی وجوہات ہیں۔ خیر ہم نے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مہوتسو کا لیکچر پڑھنے کے لئے دیا ہے انگریزی میں کیونکہ انگریزی جانتا ہے۔ اس قصہ کے لکھنے کا میرا یہ مطلب ہے کہ اب یہ آدمی بظاہر عربی خوب جانتا ہے۔ اور مدرس بھی ہے۔ اور خود بھی ان قواعد کے خلاف اپنی زبان میں استعمال کرتا رہتا مگر کیونکہ چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ قاعدہ پڑھ لیا۔ اس لئے پھر اس پر کبھی غور ہی نہیں کیا۔ کہ کیا یہ ہر جگہ چسپاں بھی ہوتا ہے کہ نہیں۔ خود مصریوں سے میں نے پوچھا ہے۔ کہ تم بڑی کتابیں کیوں نہیں پڑھتے۔ یہی کہتے ہیں۔ کہ جب بولنا لکھنا ہمیں آگیا۔ تو پھر اس سے بڑھ کر ہمیں ضرورت ہی کیا ہے۔

اور جب ہم کسی مدرسے کے طالب علم کے پاس کوئی دینی مسئلہ پیش کرتے ہیں۔ اور قرآن شریف سے استدلال کرتے ہیں۔ تو معاً یہی جواب دیتے ہیں۔ کہ اچھا فلاں شیخ کے پاس آپ کو لے چلتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ کہ باوا تم خود کیا زبان نہیں جانتے۔ کہ ہم نے ان پر کبھی غور نہیں کیا۔ گو معنی یہی معلوم ہوتے ہیں۔ مگر شائد اس میں کوئی راز ہو۔ اور پھر شیوخ کی نسبت خود ان کا اپنا ہی یہ خیال بھی ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتے۔ واقعی ادہورا علم انسان کے لئے مضر ہی ہوتا ہے۔ نیم ملا خطرہ ایمان مثل مشہور ہے۔ کتب کی فہرست انشاءاللہ اگلے ہفتہ ارسال کروں گا ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷ ÷

خریداران الفضل۔ جن کی قیمت نومبر میں ختم ہوگئی ہے۔ وہ وی۔ پی وصول فرمالیں۔ ورنہ اخبار بند۔ (۲) پتہ تبدیل کرانے والے اصحاب اپنی خریداری کا نمبر ضرور لکھا کریں۔ ورنہ شکایت معاف ÷

(مینیجر الفضل قادیان)

ضرورت ہے!

ہمارے ورکشاپ کے لئے ایک اول درجہ کے مستری کی ضرورت ہے۔ جو کہ انجنوں کا کام بخوبی جانتا ہو۔ اور زراعت کے متعلق ہر قسم کی مشینوں کا بھی علم رکھتا ہو۔ قابل آدمی کو معقول تنخواہ دی جاویگی ہر ایک درخواست کنندہ کو اپنی درخواست کے ساتھ سندات کی نقل بھیجنی چاہئے۔ نیز درخواست میں اس امر کی تصریح ہونی چاہئیے کہ وہ کم از کم کس قدر تنخواہ منظور کر سکیگا۔ جو امیدوار راقم الحروف سے ملاقات کرنے آئیگا۔ اس کو آمد و رفت کا خرچ خود برداشت کرنا پڑے گا ÷

(۲) ہمارے ڈیپو کے لئے پختہ اینٹیں درکار ہیں۔ اس لئے ایک ایسے ٹھیکہ دار کی ضرورت ہے جو بھٹہ کا کام شروع کر کے یہاں کے لئے اینٹیں بنائے۔

پس جو صاحب ٹھیکہ لینا چاہیں۔ وہ جسقدر جلدی ہو سکے راقم سے ملاقات کریں۔ درخواستیں مفصلہ ذیل پتہ پر ہوں ÷ ÷ ÷ ÷

کپتان ڈی۔ وانیرین سپرنٹنڈنٹ ریمونٹ ڈپو

(مونا۔ پنجاب)

کلام محمود

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا عاشقانہ کلام ہے۔ سبحان اللہ اپنے اندر کشش مقناطیس سے بڑھ کر اثر رکھتا ہے۔ کیوں نہ ہو۔ وہ اشعار جو ایک درد بھرے دل سے نکلیں۔ ان میں جو رقت و سوز ہوتا ہے۔ وہ ہرگز ہرگز بناوٹ میں نہیں۔ اور پھر وہ اشعار جو اپنے مولا کی الفت و محبت میں لکھے جاویں۔ ان کا اثر تو جادو سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حضرت مسیح موعود کے فراق میں اور قوم کی حالت زار کے متعلق جو اشعار لکھے ہیں۔ وہ پڑھنے سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ ناظرین ایک نسخہ منگا کر ملاحظہ فرماویں۔ کاغذ لکھائی چھپائی سب کچھ عمدہ ہے۔ قیمت صرف ۴ر چار آنے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر الفضل قادیان ضلع گورداسپور

مرہم عیسیٰ

ہر قسم کے زخموں۔ چوٹوں۔ پھوڑوں پھنسیوں۔ بواسیر وغیرہ کے لئے نہائت مفید ہے۔ یہ وہی مرہم ہے۔ جو حواریوں نے حضرت مسیح کے زخموں کے لئے تیار کی گئی تھی۔ ہر گھر میں ایک ڈبیہ کا رہنا ضروری ہے۔ قیمت چھوٹی ڈبیہ ۲؍ بڑی ۴؍

مفرح یاقوتی

نہائت مقوی دماغ اور مفرح دوائی ہے حضرت خلیفۃ المسیح نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ سینکڑوں سرٹیفکیٹ مستند اور معتبر اطباء و اعیان کے موجود ہیں۔ دماغی محنت کرنے والوں کے لئے از بس مفید ہے۔ ایک دفعہ منگوا کر تجربہ کریں۔

قیمت فی ڈبیہ للعہ؍

چشمۂ معرفت

یہ بے نظیر کتاب حضرت اقدس نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں لکھی ہے۔ آریوں نے جو اصول کسی مذہب کے صداقت کے لئے مقرر کئے ہیں۔ ان پر ایک سیر کن بحث کی ہے۔ اور آریہ مذہب کے عقائد کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا ہے۔ اور آخر میں سکھوں کے گورو کے اصل مذہب کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور اس میں ایک طالب حق کے لئے کافی دلائل جمع کئے ہیں۔

قیمت دو روپے ۸ر (عہ) (مینیجر الفضل سے طلب کرو)

ایک دن میں تین شہادتیں

سب انسپکٹر آف پولیس } ہرکشن داس گھاٹم پور کانپور۔ نواب فتح علیخاں نصر اللہ گنج بھوپال خانصاحب قاسم شاہ صاحب ریلوے انجینئر انچیف لاہور۔ یہ تینوں صاحب متفق ہیں کہ ہمارا صابن بہت اچھا ہے جلد کو مطلق داغ نہیں دیتا۔ الفضل کے خریداران سے نصف قیمت لیجاویگی۔

سفید بانو کیسا کریمو الاصابن اسکی صرف جھاگ لگانے سے سفید بال کالے بھنور ہو جاتے ہیں۔ سیاہی ۱۵ روز تک قائم رہتی ہے جلد پر کوئی داغ دھبہ نہیں دیتا۔ اسمیں مہندی نیل و دیگر [illegible] کیا جاتا ہے صابن ہے حاضر۔ یہ صابن [illegible] جموں و کشمیر کے دربار [illegible] لگایا جاتا ہے قیمت فی ٹکیہ [illegible] فی بکس [illegible] نصف قیمت [illegible] محصول [illegible] الفضل کا حوالہ ضرور دیں۔

پتہ۔ ڈاکٹر شیخ محمد حسین احمدی کٹرہ جیمل سنگھ امرتسر